آسان اُصولِ حدیث

(اضافہ شدہ ایڈیشن)

جس میں حدیث کی اصطلاحات، روایت ودرایت کے لحاظ سے حدیث کے مقبول ونامقبول ہونے کے اُصول وقواعد اور اقسام حدیث کو مثالوں کے ساتھ آسان وعام فہم زبان میں بیان کیا گیا ہے، مختصر، جامع اور دینی مدارس کے اساتذہ، طلبہ وطالبات اور دیگر اصحابِ ذوق کے لئے ایک قیمتی ومفید تحفہ۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

باہتمام

المعهد العالی الاسلامی حیدرآباد

ناشر

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی

طبع جدید ۱۴۳۶ھ — ۲۰۱۴ء

کتاب : آسان اُصولِ حدیث
مصنف : مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
صفحات : ۸۴
کمپیوٹر کتابت : محمد نصیر عالم سبیلی فون نمبر : 9959897621 91+
(العالم اُردو کمپیوٹرس، کوتہ پیٹ، بارکس، حیدر آباد)

باہتمام
المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد

ناشر
کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی

ملنے کے پتے

- المعہد العالی الاسلامی، شاہین نگر حیدرآباد۔
- کتب خانہ نعیمیہ، ضلع سہارنپور، دیوبند (یوپی)۔
- ہندوستان پیپر امپوریم، مچھلی کمان، حیدرآباد۔

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا

(الحشر:۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو جو کچھ دیں، اس کو
لے لو اور جس چیز سے منع کریں، اس سے رُک جاؤ۔

فہرست مضامین

طبع جدید

''آسان اُصولِ حدیث'' کا یہ رسالہ پہلی بار ۱۴۱۶ھ میں شائع ہوا تھا، اللہ کا شکر ہے کہ اس کو نہ صرف ہندوستان میں ؛ بلکہ پاکستان ، بنگلہ دیش اور دوسرے ممالک میں بھی بڑی پذیرائی حاصل ہوئی اور ان مغربی ملکوں میں بھی اس سے فائدہ اُٹھایا گیا ، جہاں برصغیر کے تارکین وطن برصغیر کی درسگاہوں کے نہج پر تعلیمی ادارے چلارہے ہیں ؛ غرض کہ لڑکوں اورلڑکیوں کے بہت سے مدارس میں اسے داخل نصاب کیا گیا، یہ حقیر اس پر عرصہ سے نظر ثانی کرنا چاہتا تھا؛ تاکہ کمپوزنگ کی اغلاط درست کردی جائیں، نیز بعض ضروری اضافے بھی پیش نظر تھے۔

مگر افسوس کہ مختلف مشاغل کی وجہ سے اس کا موقع ہاتھ نہیں آتا تھا، بالآخر ذوالحجہ ۱۴۳۴ھ میں سفر حج کے موقع پر چند مسودات ساتھ رکھے گئے اور ان پر نظر ثانی کی گئی ، جن میں ایک 'آسان اُصولِ حدیث' کا مطبوعہ نسخہ بھی تھا؛ چنانچہ مکہ مکرمہ اور منیٰ کے دورانِ قیام اس کام کو پورا کیا گیا؛ البتہ جہاں حوالہ جات تھے، ان کو یادداشت کی بنیاد پر لکھا گیا اور بعد کو معہد کے طلبہ نے ان کی تخریج کی ،نظر ثانی کے دوران اندازہ ہوا کہ سابق نسخہ میں کتابت کی اغلاط بہت زیادہ تھیں، اب ان کی اصلاح کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

جو اضافے کئے گئے ہیں، وہ زیادہ تر دو قسم کے ہیں، ایک : مثالوں میں اضافہ؛ تاکہ سمجھنے میں سہولت ہو، دوسرے : عام طور پر اُصولِ حدیث کی کتابیں علماء حجاز نے مرتب کی ہیں اور انھوں نے روایت کے مقبول اور نامقبول ہونے میں صرف اسناد کو پیش نظر رکھا ہے، جب کہ علماء عراق نے از روئے درایت نقدِ حدیث پر خصوصی توجہ دی ہے اور ان کی یہ بیش قیمت بخشش

اُصولِ فقہ کی کتابوں کا حصہ ہیں، اس لئے حدیث پڑھنے والے طلبہ کی بحیثیت ''اُصولِ حدیث'' ان قواعد کی طرف توجہ نہیں ہو پاتی ، اس پس منظر میں راقم الحروف نے حدیث مقبول اورحدیث نامقبول کی بنیادی طور پر دو قسمیں کی ہیں ، بحیثیت متن اور بحیثیت سند ، سند میں اُصول روایت کی بحث ہے اور متن میں اُصول درایت کی ، اُمید ہے کہ اُصول حدیث کے ذیل میں یہ اضافہ مفید ثابت ہوگا اور بہت سی غلط فہمیوں کے ازالہ میں معاون ومددگار، دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حقیر کوشش کو طلبۂ حدیث کے لئے نفع کا ذریعہ بنائے اور آخرت کے لئے حدیث نبوی کی یہ چھوٹی سی خدمت زادِ سفر بن جائے ، واللہ ھو المستعان۔

خالد سیف اللہ رحمانی
(خادم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد)

۲۹ / جمادی الآخر ۱۴۳۵ھ
۳۰/ اپریل ۲۰۱۴ء

○ ○ ○

پیش لفظ

الحمد لله الذی ھدانا للاسلام والصلوٰۃ والسلام علی
سید الانام محمد وآلہ وصحبہ البررۃ الکرام ، أما بعد :

واضح ہو کہ قرآن کریم کے بعد دوسرا نمبر سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے، یعنی اس مبارک طریقہ کا جس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کی طرف کی گئی، خواہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ارشادات ہوں، یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاکیزہ اعمال ہوں، یا آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریرات ہوں ی، یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خِلقی وخُلقی مبارک احوال ہوں اور ان کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کر کے اپنے شاگردوں کو عطا فرمایا اور ان سب لوگوں نے نہایت اہتمام سے اس کو حفظ یاد کرلیا اور بہت سے لوگوں نے لکھ کر بھی محفوظ کرلیا، پھر ان کے تلامذہ نے اس کو مختلف طریقوں سے مدون ومرتب فرما کر اُمت پر احسان عظیم فرمایا، جن میں امام زہریؒ، امام مالکؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، ربیع بن مبارکؒ، ربیع بن صبیح سرفہرست ہیں، پھر تو محدثین کرام نے گونا گوں طریقوں سے کتابیں لکھ کر اُمت مرحومہ کے پاس پہنچادیا، اس طرح علم حدیث دوسری صدی کے شروع ہی سے مدون ہونا شروع ہوگیا۔

اب ان حدیثوں کو قابل قبول بنانے کے لئے علوم حدیث کے مختلف علوم ایجاد کئے گئے، جن میں سے علم اُصولِ حدیث بھی ہے، اس کی بہت سی تعریفات کی گئی ہیں، علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے ایک مختصر تعریف یوں کی ہے :

علم اصول الحدیث ما یبحث فیہ عن الراوی
والمروی من حیث معرفۃ المقبول والمردود۔

علم اُصول حدیث وہ علم ہے جس میں راوی اور مروی کی اس طرح جانچ کی جائے کہ قابل قبول اور قابل تردید کی معرفت حاصل ہوجائے۔

اس علم میں عربی میں کتابیں تیسری صدی کے شروع ہی سے تصنیف ہونے لگیں اور دسویں صدی کے ابتداء تک ایک عظیم الشان ذخیرہ تیار ہوگیا، جیسا کہ اس فن کے مصنفین کے سنین وفات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے، جن کو ہم مختصراً لکھ رہے ہیں۔

(۱) ابومحمد حسن بن عبدالرحمٰن الرامہرمزیؒ (۲۶۵-۳۶۰) سب سے پہلے اُصول حدیث کو مدون کرنے والے بزرگ۔

(۲) ابوعبداللہ الحاکم محمد بن عبداللہؒ (۳۲۱-۴۰۵)-معرفۃ علوم الحدیث کے مصنف۔

(۳) حافظ ابونعیم الاصبہانیؒ (۳۳۶-۴۳۰)۔

(۴) الخطیب البغدادیؒ (۳۹۲-۴۶۳)-الکفایۃ فی علم الروایۃ کے مصنف۔

(۵) ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن الشہروزی المعروف بابن صلاح (۵۷۷-۶۴۳)-

آپ کی کتاب مقدمہ ابن صلاح کے نام سے مشہور ہے، جس کا نام مصنف نے معرفۃ انواع الحدیث رکھا تھا، مگر وہ نام اس وقت مقدمہ ابن صلاح کے نیچے دب گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی کتاب کو اتنی مقبولیت سے نوازا کہ بے شمار لوگوں نے اس کتاب کی شرح لکھی، جن میں سب سے اچھی (میرے خیال میں) حافظ زین الدین عراقی کی شرح 'الایضاح والتقیید' ہے (عراقی کی وفات ۸۰۶ھ میں ہوئی)۔

اور بہت لوگوں نے مقدمہ ابن صلاح کی تلخیص کی، جن میں سرفہرست حضرت امام نوویؒ (۶۳۱-۶۷۶) کا اسم گرامی ہے، آپ نے اس کی دو تلخیص کیں، ایک کا نام ''ارشاد طلاب الحقائق'' ہے، دوسری کا نام ''التقریب والتفسیر فی سنن البشیر النذیر'' ہے، جو تقریب نووی کے نام سے معروف ہے اور کئی بزرگوں نے اس کو نظم کا جامعہ پہنایا، پھر حافظ الدنیا حافظ ابن حجر العسقلانیؒ (۸۵۲ھ) نے پہلے ایک انتہائی تلخیص 'نخبۃ الفکر' کے نام سے کی، پھر اس کی ممزوج

شرح بنام ''نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر'' لکھی، اس کتاب کی مقبولیت عند اللہ ایسی ہوئی کہ یہ شرح اور تلخیص علم حدیث کے تمام مدارس میں داخل نصاب ہے اور اکثر علماء زمانہ جن کو اس فن کی دوسری کتابیں نہیں مل پاتیں اسی نخبۃ الفکر اور شرح نخبہ سے مکمل استفادہ کرتے ہیں اور امام نووی کی تقریب کی بہترین شرح حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے ''تدریب الراوی'' کے نام سے کی، علامہ سیوطیؒ کی وفات (۹۱۱ھ) میں ہوئی، یہ تو عربی تصنیفات تھیں۔

پھر ہندوستان میں جب علم حدیث کا چرچا ہوا تو شروع ہی سے روایت، حدیث کے ساتھ اُصولِ حدیث کی خدمت انجام دی جانے لگی؛ چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ شیخ الاولیاء (۹۵۸-۱۰۵۲) نے ''شرح سفر السعادۃ'' لکھی، پھر حضرت شاہ ولی اللہ المتوفی (۱۱۷۶ھ) نے ''الارشاد الی مہمات الاسناد'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا، پھر ان کے خلف اکبر شاہ عبد العزیز نے (۱۱۵۹-۱۲۳۹ھ) نے اس علم کی خدمت میں دو رسالے ''بستان المحدثین'' اور ''عجالہ نافعہ'' تصنیف فرمایا۔

ان کے علاوہ اُردو میں بھی شرح نخبۃ الفکر کا ترجمہ اور اس کی شرح کی گئی، حضرت مولانا عبد الحیؒ خطیب جامع مسجد رنگون نے ''سلعۃ القربۃ'' کے نام سے اس کتاب کا بامحاورہ ترجمہ کیا اور مفتی سعید احمد پالن پوری زاد مجدہ نے ''تحفۃ الدرر'' کے نام سے شرح لکھی؛ لیکن ضرورت اس بات کی تھی کہ شرح سے ہٹ کر اُصولِ حدیث کے مسائل آسان طرز پر جمع کردیئے جائیں، جس کو شرح نخبہ سے پہلے حدیث پاک کے طلبہ پڑھ کر اس فن سے مناسبت حاصل کرلیں، اس ضرورت کے پیش نظر ۱۳۴۹ھ میں ہمارے ایک مرحوم استاذ حضرت مولانا عبد الغنی رسولوی بارہ بنکوی مظاہریؒ (ت: ۱۴۰۴ھ بعمر ایک سو چار سال) نے اُردو میں ایک بہت مفید رسالہ ''اُصولِ حدیث'' کے نام سے لکھا، جس میں صرف مسائل کو شرح نخبہ کے طرز پر جمع فرمایا۔

اس وقت میرے ایک کرم فرما عزیز جناب مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے پیش نظر رسالہ تحریر فرما کر مجھے نظر ثانی کے لئے اپنے حسن ظن سے عنایت فرمایا ہے، میں نے اس رسالہ کو مکمل بغرض استفادہ دیکھا، الحمد للہ یہ رسالہ بہت خوب ہے اور نخبہ سے پہلے اس کو

پڑھا دینا انشاء اللہ بہت مفید ہوگا، چند جگہوں پر میں نے مشورے بھی دیئے، جن کو مصنف موصوف نے حوصلہ کے ساتھ قبول فرمایا، پھر مجھے پیش لفظ لکھنے کو کہا تو یہ چند سطریں میں نے لکھ دیں، اللہ تعالیٰ پیش لفظ کو بھی اور اصل رسالہ کو بھی مقبولیت سے نوازے اور اہل مدارس کو یہ رسالہ داخل درس کرنے کی توفیق بخشے۔

انہ سمیع قریب مجیب والحمد للہ رب العالمین۔

زین العابدین الاعظمی

۴؍جمادی الاول ۱۴۱۷ھ　　(استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث، مظاہر علوم سہارنپور)

○ ○ ○

تقریظات وتأثرات

نحمده ونصلي على رسوله الكريم ، أما بعد ـ

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم ملک کے مشہور اور ممتاز عالم دین ہیں ، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن رکین اور کل ہند اسلامک فقہ اکیڈمی کے جنرل سکریٹری ہیں ، دار العلوم سبیل السلام حیدر آباد کی صدارت تدریس کی اہم ذمہ داری نہایت خوش اُسلوبی کے ساتھ انجام دے رہے ہیں ، اہل زبان بھی ہیں اور صاحبِ قلم بھی ، اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو جوہر خطابت بھی عطا فرمایا ہے اور ملکہ تحریر سے بھی نوازا ہے ، آپ کی تقریریں شیریں زبانی کا عمدہ نمونہ اور آپ کی نگارشات شگفتہ نویسی کا شاہکار ہیں ، متعدد علمی دینی کتابوں کے مصنف ہیں جو اپنے معیار کی بنا پر قبولیت عامہ کا درجہ حاصل کر چکی ہیں ۔

زیر نظر رسالہ مولانائے موصوف نے اُصولِ حدیث میں تحریر فرمایا ہے ، جو اس اہم موضوع کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے اور مشکلات فن کی نہایت چابک دستی کے ساتھ گرہ کشائی کرتا ہے ۔

اُمید قوی ہے کہ اصحابِ ذوق عموماً اور اہل مدارس خصوصاً اس سے مستفید ہوں گے ۔

اشرف علی سعودی باقوی

(مہتمم دار العلوم سبیل الرشاد ، بنگلور) ۲۴ / جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ

○

ضرورت ہے کہ مشکوٰۃ شریف سے پہلے ’’اُصولِ حدیث‘‘ پر ایک مختصر رسالہ پڑھا دیا جائے اور بہتر ہے کہ یہ اُردو زبان میں ہو ، فن کی پہلی کتاب کا مادری زبان میں ہونا مفید ہوتا ہے ؛

کیوں کہ اس طرح طلبہ پر صرف مضمون کا بوجھ ہوتا ہے، زبان کا بوجھ نہیں ہوتا، اُردو زبان میں اس فن کے متعلقات پر اچھا خاصا کام ہوا ہے؛ لیکن ان کا موضوع شرح حدیث یا حجیت حدیث کا اثبات اور منکرین حدیث پر رد یا حدیث کی تاریخ تدوین وغیرہ ہے، حدیث کی فنی اُصولی بحث پر کم کام ہوا ہے اور جو کچھ ہوا ہے، اس میں نصابی ضرورت اور طلبہ کی نفسیات ملحوظ نہیں ہیں؛ بلکہ اصحابِ ذوق قارئین اس کے مخاطب ہیں، اسی ضرورت کی تکمیل کے لئے عزیز گرامی جناب مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (صدر مدرس و شیخ الحدیث دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد و سرپرست جامعہ عائشہ نسواں حیدرآباد) نے اپنا قلم اُٹھایا ہے، جن کو عرصہ سے حدیث کی تدریس کا شرف حاصل ہے اور اپنی تدریس حدیث کے اعتبار سے وہ طلبہ میں بڑی وقعت واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں، مشکل اور خشک مضمون کو بھی دلآویز وشگفتہ زبان میں بیان کرنا ان کا امتیاز ہے اور '' قاموس الفقہ، جدید فقہی مسائل، حلال وحرام، عورت — اسلام کے سایہ میں اور طلاق وتفریق'' وغیرہ ان کے قلم کی پختگی ورعنائی کی شاہد عدل ہیں۔

یہ مختصر لیکن جامع ونافع اور تدریسی اُصول اور تقاضوں کی حامل کتاب '' آسان اُصولِ حدیث'' انشاء اللہ اُردو زبان میں اپنے موضوع پر نہایت قیمتی اضافہ ثابت ہوگی اور اس سے طلبہ ہی نہیں بلکہ دیگر اہل ذوق کو بھی نفع پہنچے گا، اس میں اُصول حدیث کی قریب قریب تمام ہی ضروری بحثیں آ گئی ہیں، مثالوں نے اُصول کی تفہیم کو آسان کر دیا ہے، تمرینات کی وجہ سے تدریسی تقاضے بھی بہتر طور پر پورے ہوسکیں گے، اصطلاحات حدیث کی تعریف وتوضیح سے فن کی اعلیٰ کتب کے مطالعہ میں اجنبیت کا احساس نہیں ہوگا اور زبان کے سلیس وآسان ہونے کی وجہ سے معمولی ذہنی سطح کے طلبہ بھی گھبراہٹ محسوس نہ کریں گے، اس لئے میرا خیال ہے کہ مشکوٰۃ شریف سے پہلے حدیث کی جو بھی کتاب پڑھائی جائے اس کے ساتھ اس کتاب کا پڑھا دینا بہت مناسب ہوگا اور چوں کہ اس کتاب میں '' نخبۃ الفکر'' کا پورا نچوڑ آ گیا ہے اس لئے مقدمہ عبدالحق اور نخبۃ الفکر بھی ان کے لئے سہل ہوجائے گی۔

میں اس مفید کتاب کی تالیف پر مؤلف کتاب کو مبارکباد دیتا ہوں اور دُعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبولِ عام عطا فرمائے، اس کی خوشبو کو دور دور تک پہنچائے اور مؤلف و ناشر کو بھرپور اجر سے نوازے۔

محمد رضوان القاسمی

(ناظم دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد)　　　　١١ر شعبان ١٤١٧ھ

○

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد خاتم النبیین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

ہمارے اکثر عربی مدارس میں اُصولِ حدیث کے موضوع پر صرف ایک کتاب داخل درس ہے، وہ ہے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی ''نخبۃ الفکر'' حالاں کہ نصابِ درس میں تدریج کا تقاضا ہے کہ مختلف سطح و معیار کی ایک سے زائد کتابیں اُصولِ حدیث کے موضوع پر بھی داخل نصاب کی جائیں؛ تاکہ طلبہ کو حدیث کے اُصول وصطلاحات سے پوری مناسبت ہوجائے۔

جناب مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے اُصولِ حدیث کے موضوع پر مدارس عربیہ کی نصابی ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ''آسان اُصولِ حدیث'' تصنیف فرمائی، مولانا موصوف کی شخصیت ہندو پاک کے علمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں مشکل مضامین کو آسان و عام فہم زبان میں پیش کرنے کا خصوصی ملکہ عطا فرمایا ہے، جس کا ایک مظہر یہ کتاب بھی ہے۔

''آسان اُصولِ حدیث'' میں اُصول حدیث کے بنیادی مباحث کو بڑے آسان اور دلنشیں پیرایہ بیان میں پیش کیا گیا ہے، ہر سبق کے بعد تمرینات شامل کی گئی ہیں، یہ کتاب اُصول حدیث پر مصنف کے وسیع مطالعہ اور طویل تدریسی تجربات کا نچوڑ ہے۔

اس کتاب سے انشاء اللہ مدارس عربیہ کی نصابی ضرورت پوری ہوگی، اسی طرح عام اُردو خواں طبقہ جو حدیث کی بنیادی اصطلاحات واُصول سے واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لئے

بھی یہ کتاب بہت مفید ثابت ہوگی، اللہ تعالیٰ سے دُعاء ہے کہ مولانا موصوف کی دوسری کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی قبولِ عام حاصل کرے اور مؤلف و ناشر کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

عتیق احمد بستوی
(دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

○

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ سيدنا
محمد خاتم النبيين وعلىٰ آله وصحبه اجمعين۔

صدیق مکرم اور فاضل محترم مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کا اُصولِ حدیث سے متعلق مختصر اور سہل الاسلوب وحسن الاسلوب رسالہ دیکھا، مولانا نے سوالات وتمارین کے ذریعہ اس کی افادیت کو دوچند کردیا ہے، ماشاءاللہ وبارک اللہ۔

ہمارے مولانا فقہ وحدیث دونوں فنون کی کتب عالیہ کے استاذ ہیں، اس لئے وسیع نظر رکھتے ہیں اور تجربہ بھی، اس لئے ان کی یہ تالیف ہمارے مدارس کے طلباء کے لئے ایک قیمتی علمی تحفہ ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور قبولِ عام عطا فرمائے۔

محمد عبید اللہ اسعدی
(شیخ الحدیث جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ یوپی)

○

مؤلف کتاب استاذ گرامی حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم (سرپرست جامعہ عائشہ) کی شخصیت اہل علم واصحابِ ذوق کے لئے محتاج تعارف نہیں، علماء ان کو ان کے اعلیٰ علمی وتحقیقی ذوق اور تالیف کی وجہ سے جانتے ہیں، عوام تقریروں اور فتاویٰ کی نسبت سے واقف ہیں، دانشور اور جدید طبقہ کے لئے لوگ اس حیثیت سے ان سے محبت کرتے ہیں کہ وہ نرمی و ملاطفت کے ساتھ قلب و ذہن میں پیدا ہونے والے شکوک وشبہات کے

کانٹے نکالتے ہیں اور عقل کی میزان میں دین اور احکام دین کو سمجھانے کی سعی کرتے ہیں ؛ لیکن ان کا ایک اہم بلکہ شاید سب سے اہم وصف وہ ہے جس سے کم لوگ واقف ہیں اور وہ ہے ان کا تدریسی ذوق اور مردم سازی کی خاص صلاحیت ، اس کی لذت سے وہی لوگ آگاہ ہیں جو ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر چکے ہیں اور بحمد اللہ راقم الحروف کو بھی قدوری وغیرہ سے لے کر صحاحِ ستہ تک موصوف سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا ہے، تدریس میں بھی حدیث اور فقہ آپ کا خاص موضوع ہے اور یہی آپ کا اوڑھنا، بچھونا اور شب و روز کا مشغلہ ہے۔

حضرت الاستاذ کو اُصولِ فقہ کی طرح اُصولِ حدیث سے بھی خاص مناسبت ہے، جس کا سبق کے دوران بخوبی اندازہ ہوتا رہتا ہے ، حدیث کے درس میں ابتداء سال میں بڑے انضباط اور حسن ترتیب کے ساتھ اُصولِ حدیث کی ضروری بحثوں کو بیان کرنے کا مولانا کا معمول ہے، جس سے طلبہ بڑا نفع اُٹھاتے ہیں ، راقم الحروف نے بارہا خواہش کی کہ اس کو مرتب کر دیں ؛ تاکہ حدیث کے طلبہ وطالبات اس سے استفادہ کر سکیں ، جامعہ عائشہ میں مشہور محدث حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی کتاب ''نخبۃ الفکر'' کا سبق راقم ہی متعلق ہے، جو اس فن کی نہایت مستند، اہم اور جامع کتاب ہے اور اکثر دینی مدارس کے نصاب میں شامل ہے، اس کتاب کو ہمیشہ اہل فن کی توجہ حاصل رہی ہے اور اس پر شرح وتعلیق کا کام ہوتا رہا ہے، اس کتاب کی تدریس کے درمیان اُردو زبان میں ایسے رسالے کی ضرورت کا شدید احساس ہوا، جو آسان طریقہ پر ان مسائل کو واضح کرتا ہو۔

مولانا نے اپنے ایک سفر کے درمیان نہ صرف اس کو مرتب فرمایا ؛ بلکہ اس میں تمرینات وغیرہ کا بھی اضافہ کر دیا، اس طرح اب یہ اپنے موضوع پر اُردو زبان میں ایک جامع کتاب ہوگئی ہے اور نہ صرف یہ کہ نخبۃ کے قریب قریب سارے ہی مضامین آ گئے ہیں ؛ بلکہ بعض وہ مضامین بھی آ گئے ہیں ، جو طلبہ کے سامنے مقدمہ ''شیخ عبدالحق'' اور ''نخبۃ الفکر'' کے ذریعہ نہیں آپاتے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب سے طلبہ وطالباتِ حدیث؛ بلکہ اساتذہ اور اس فن کے مطالعہ کا ذوق رکھنے والوں کو خوب نفع پہنچائے، حضرت الاستاذ کا سایہ ہم پر اور جامعہ عائشہ پر تادیر قائم رکھے اور اس جامعہ کو (جس کا فیض آج آندھرا پردیش کے کونہ کونہ میں پہنچ رہا ہے) خوب سے خوب تر فرمائے۔ آمین

محمد خواجہ نذیر الدین سبیلی

(ناظم جامعہ عائشہ نسواں حیدرآباد)

○ ○ ○

عرضِ مؤلف

''علم حدیث''علومِ اسلامی میں ایک خاص شان ومقام کا حامل ہے؛ بلکہ واقعہ ہے کہ اسلام کی ابدیت اور پیغمبر اسلام ﷺ پر ختم نبوت کی ایک دلیل اور زندہ وجاوید نشانی ہے، اسی لئے دینی مدارس میں سب سے آخر آخر اس فن کی تعلیم ہوتی ہے، حدیث کا دامن جس طرح خود وسیع ہے، اسی طرح اس فن کی متعلقات بھی بہت وسیع ہیں، اُن ہی میں ایک ''اُصولِ حدیث'' ہے، مدارس میں اس فن کی مختصرات دوسری کتابوں کے ساتھ گویا ضمیمہ کے طور پر اکثر خارجی اوقات میں پڑھائی جاتی ہیں، جو درحقیقت اپنے مقصد میں ناکافی ہیں، اس لئے ضرورت ہے کہ اس موضوع پر ''مقدمہ ابن صلاح'' یا اس معیار کی کوئی کتاب مستقل گھنٹے میں داخل نصاب کی جائے۔

اس کے علاوہ موجودہ دور میں علمی کم ہمتی، طلبہ کی صلاحیتوں میں انحطاط اور کم حوصلگی کے باعث ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ مشکوٰۃ شریف سے پہلے جو حدیث کی کتاب پڑھائی جائے، اس کے ساتھ اُصولِ حدیث پر اُردو زبان میں بھی ایک رسالہ پڑھا دیا جائے، دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد میں عرصہ سے ترمذی شریف کا اور ادھر چند سال سے بخاری شریف (جلد اول) کا بھی درس راقم الحروف سے متعلق ہے، (جس کو اللہ کا سب سے بڑا فضل اور اہلیت کے بغیر نوازش خداوندی تصور کرتا ہوں)، تجربہ یہ ہے کہ طلبہ دورہ میں آجاتے ہیں، مگر اس فن میں ان کی معلومات نہایت معمولی ہوتی ہیں، اس لئے ہر سال سبق سے پہلے ضروری اُمور پر روشنی ڈالنے کا معمول ہے، جن کو راقم نے ترمذی کے اپنے نسخہ کے شروع میں ایک صفحہ پر اشارات کی صورت میں مرتب بھی کر رکھا ہے، جو مقدمہ ابن صلاح، تدریب الراوی، فتح المغیث للسخاوی، الکفایہ اور بعض نئی کتابوں سے ماخوذ ہے۔

اس سال رمضان المبارک میں جب حجاز مقدس کا سفر ہوا تو ارادہ ہوا کہ ''آثار السنن'' (جو بہت سے مدارس میں داخل نصاب ہے) کے طلبہ وطالبات کے لئے ان ''اشارات'' کو کسی قدر وضاحت کے ساتھ مرتب کر دیا جائے، پھر مکہ مکرمہ ہی میں راقم الحروف کو جیبی سائز پر علامہ عراقی کی ''الفیہ'' مل گئی، علامہ عراقی کی ''الفیہ'' اور اس پر خود عراقی اور سخاوی کی شرح اُصولِ حدیث میں جس بلند درجہ ومقام کی حامل کتابیں ہیں، وہ اہل علم کے لئے محتاج تعارف نہیں؛ چنانچہ ''الفیہ'' اور ان اشارات کو سامنے رکھ کر مؤرخہ: ۳ تا ۱۶ / رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ یہ رسالہ مرتب کیا گیا، زیادہ تر کام تو جدہ میں میرے میزبان خاص اخی فی اللہ جناب ظفر مسعود صاحب کے مکان پر ہوا؛ لیکن تبرکاً اس کی ابتداء مکہ مکرمہ میں ہوئی اور اختتام مدینہ منورہ میں۔

مدینہ منورہ میں جس دن آخری سطریں لکھیں، راقم نے تہجد سے پہلے خواب میں حضرت مولانا زین العابدین اعظمی (صدر شعبۂ تخصص فی الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور) کو دیکھا، اس سے میں نے یہ تعبیر لی کہ انشاء اللہ مولانا محترم کو بھی زیارت حرمین شریفین نصیب ہوگی اور اس کو یہ اشارہ بھی سمجھا کہ موصوف سے اس رسالہ پر نظر ثانی کرائی جائے؛ چنانچہ میں نے آپ کے پاس یہ رسالہ نظر ثانی کے لئے بھیجا اور پیش لفظ لکھنے کی بھی خواہش کی، مولانا نے پورے مسودہ کو ملاحظہ فرمایا اور ایک آدھ جگہ ترمیم بھی تجویز کی، جو کر دی گئی ہے، نیز ایک بیش قیمت پیش لفظ بھی تحریر فرمایا، فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔

اس موقع سے خاص طور پر میں عزیز گرامی مولانا حافظ محمد خواجہ نذیر الدین سبیلی (وفقہ اللہ بما یحب ویرضی) کا شکر گزار ہوں، جو اس کم سواد رسالہ کو 'جامعہ عائشہ نسواں' سے شائع کر رہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ میری سب سے بڑی متاع میرے شاگرد ہیں، جن سے میں بے پناہ محبت کرتا ہوں اور جو میرے ساتھ میری حیثیت سے زیادہ احترام وتوقیر بلکہ جاں نثاری کا معاملہ کرتے ہیں — اللہ انھیں بہتر اجر عطا فرمائے — یوں تو اس حقیر کو اپنے تمام عزیزوں سے خصوصی تعلق رہا ہے اور ہے؛ لیکن فطری بات ہے کہ بعض بھائیوں سے خصوصی مناسبت

اور موانست ہو جاتی ہے، ان میں سرفہرست جن کے نام ہیں، ان میں ایک عزیز موصوف بھی ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ علم دین کی فیض رسانی کا بڑا کام لے رہا ہے اور مستقبل میں بھی ان سے بڑی توقعات ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ سے زیادہ علم دین کی خدمت لے اور ان کے فیض کو عام فرمائے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حدیث شریف کی اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے اور نافع بنائے۔

۲۵؍رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ   **خالد سیف اللہ رحمانی**

○ ○ ○

علم اُصولِ حدیث

تعریف : ''علم اُصولِ حدیث'' وہ علم ہے جس کے ذریعہ قبول کرنے اور نہ کرنے کے اعتبار سے احادیث کی سند اور متن کا حال معلوم ہو۔

موضوع : علم اُصولِ حدیث کا موضوع حدیث کی سند اور اس کا متن ہے۔

غرض : نامقبول روایات کے مقابلہ مقبول احادیث سے واقف ہونا۔

اس علم کی اصل خود قرآن وحدیث میں موجود ہے۔

● اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا۔ (الحجرات:٦)

اس میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ غیر معتبر شخص کی بات بلاتحقیق قبول نہیں کرنی چاہئے۔

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

نضر الله إمرأ سمع منا شيئاً فبلغه كما سمع ، فرب مبلغ أوعیٰ من سامع ۔ (۱)

اس روایت میں حدیث کو اسی طرح نقل کرنے کی تلقین کی گئی ہے، جس طرح سنی گئی ہو، اس کے لئے ضروری ہے کہ راوی میں ''ضبط'' کی صفت پائی جائے اور اس کے عمل پر اعتماد کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ عادل وراست گو بھی ہو۔

● صحابہ بھی حدیث کو قبول کرنے میں اس بات کو پیش نظر رکھتے تھے؛ حالاں کہ صحابہ سب کے سب عادل ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات نقل کرنے میں دروغ گوئی اس دور میں

(۱) سنن ترمذی، باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع، حدیث نمبر: ۲۶۵۷۔

نا قابل تصور تھی، پھر بھی از راہ احتیاط بعض صحابہ حدیث کے ناقل سے قسم لیتے تھے یا اس پر مزید گواہ طلب کرتے تھے۔

● صحابہ از روئے درایت بھی حدیث کو پرکھتے تھے، جیسے حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت نقل کی: ''من حمل جنازة فليتوضاء ''(۱) — تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ کیا خشک لکڑیوں کو چھونے سے وضوء ٹوٹ جائے گا؟ یا حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے روایت کیا: ''إن الميت ليعذب ببكاء اهله عليه''(۲) — تو حضرت عائشہؓ نے اس پر نقد کیا کہ یہ بات تو قرآن مجید کے ارشاد: ''لا تزروا وازرة وزر أخرىٰ'' (۳) کے مغائر ہے۔

● یہ عقل اور انسانی فطرت کے مطابق بھی ہے، انسان کسی اہم خبر کو قبول کرنے سے پہلے اس کی تحقیق کرنا چاہتا ہے؛ اس لئے شہادت لی جاتی ہے اور وثائق طلب کئے جاتے ہیں، حدیث نبوی سے تو دنیا سے لے کر آخرت تک کی فلاح ونجات متعلق ہے؛ اس لئے اس میں بدرجۂ اولیٰ تحقیق وتثبت کی ضرورت ہے۔

● اگرچہ حدیث کے بعض اُصولوں اور راویوں کے حالات کے سلسلہ میں اہل علم کے درمیان کچھ اختلاف رائے رہا ہے؛ لیکن اُصولی طور پر اس بات پر اجماع ہے کہ حدیث کی تحقیق کی جائے، جو احادیث صحیح ومعتبر ہوں، وہ حجت ہیں، اور ظن غالب کے درجہ میں جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت درست نہیں ہے؛ ان کو رد کردینا واجب ہے، جیسے: موضوع روایات۔

تدوین

دوسرے علوم وفنون کی طرح اس کی تدوین بھی بہ تدریج عمل میں آئی، ابتداءً اُصولِ فقہ کے

---

(۱) السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الغسل من غسل المیت، حدیث نمبر: ۱۳۴۳۔

(۲) ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب فی النوحہ، حدیث نمبر: ۳۱۳۱۔

(۳) ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب فی النوحہ، حدیث نمبر ۳۱۳۱۔

ایک باب کے طور پر حدیث کے اُصول پیش کئے گئے ؛ چنانچہ امام شافعیؒ کی ''الرسالہ'' میں جہاں فقہ کے اُصول پر بحث کی گئی ہے، وہیں حدیث پر بھی کی گئی ہے، امام ابوحنیفہؒ کی طرف ''کتاب الرائے'' کے نام سے اُصولِ فقہ کی سب سے پہلی کتاب منسوب ہے، جو دستیاب نہیں ہے، یقیناً اس میں بھی حدیث کے اُصول زیر بحث آئے ہوں گے ؛ لیکن ایک مستقل علم کی حیثیت سے اس کی تدوین چوتھی صدی ہجری میں ہوئی ہے۔

اس سلسلہ میں پہلی کتاب حسن بن عبد الرحمٰن بن خلا درامہرمزی (م : ۳۶۰ھ) کی ''المحدث الفاصل بین الراوی والواعی'' شمار کی گئی ہے، اس کے بعد مختلف کتابیں اہل علم کے قلم سے آئی ہیں، جن میں سے اہم کتابیں یہ ہیں :

- معرفۃ علوم الحدیث : محمد بن عبداللہ حاکم نیساپوریؒ (م: ۴۰۵ھ)
- الکفایہ فی علم الروایۃ : احمد بن علی ثابت خطیب بغدادیؒ (م: ۴۶۳ھ)
- **الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع : احمد بن علی ثابت خطیب بغدادیؒ (م: ۴۶۳ھ)**
- **الالماع إلی معرفۃ أصول الروایۃ وتقیید السماع: قاضی عیاض بن موسیٰ یحصبیؒ (م: ۵۴۴ھ)**
- مالا یسع المحدث جھلہٗ : ابوحفص عمر بن عبد المجید المیانجیؒ (م: ۵۴۴ھ)
- **مقدمہ فی علوم الحدیث: ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن شہرزوری، معروف بہ: ابن صلاحؒ (م: ۶۴۳ھ)**

مقدمہ ابن صلاح کی شروح

النکت : بدرالدین زرکشیؒ (م: ۷۹۴ھ)

التقیید والایضاح : زین الدین عبدالرحیم عراقیؒ (م: ۸۰۶ھ)

الافصاح : حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م: ۸۵۲ھ)

مقدمہ ابن صلاح کی مختصرات

الارشاد : ابوزکریا نوویؒ (م: ۶۷۰ھ)

التقریب والتیسیر : ابوزکریا نوویؒ (م: ۶۷۰ھ)

الباعث الحثیث : ابن کثیرؒ (م: ۷۷۴ھ)

مقدمہ ابن صلاح بہ شکل منظوم

نظم الدرر فی علم الاثر : زین الدین عراقیؒ (م:۸۰۶ھ)

نظم الدرر کی شروح

التبصرہ والتذکرہ : زین الدین عراقیؒ (م:۸۰۶ھ)

فتح الباقی : زکریا انصاریؒ (م:۹۲۶ھ)

فتح المغیث : محمد بن عبدالرحمٰن سخاویؒ (م:۹۰۲ھ)

نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر : ابن حجر عسقلانیؒ (م:۸۵۲ھ)

- نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر : ابن حجر عسقلانیؒ (م:۸۵۲ھ)
- تدریب الراوی شرح التقریب للنووی : عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطیؒ (م:۹۱۱ھ)
- قواعد التحدیث : محمد جمال الدین قاسمیؒ (م:۱۳۳۲ھ)
- مقدمۃ الجرجانی : شریف جرجانیؒ
- ظفر الامانی شرح مقدمۃ الجرجانی : مولانا عبدالحیؒ فرنگی محلیؒ
- مقدمہ فی علوم الحدیث : شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (۱۰۵۱ھ)
- مقدمہ فتح الملہم : مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (ولادت:۱۳۰۳ھ، وفات:۱۳۶۹ھ)
- انہاء السنن مقدمہ اعلاء السنن : مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (وفات:۱۳۹۴ھ)
- مقدمہ معرفۃ السنن والآثار : مولانا عمیم الاحسان مجددیؒ

ان کے علاوہ بھی بہت سی اہم تالیفات ہیں، جو ہر عہد میں وجود میں آتی رہی ہیں؛ تاہم مقدمہ ابن صلاح اور تدریب الراوی نیز درسی نقطۂ سے نخبۃ الفکر کو جو قبولیت عامہ حاصل ہوئی، غالباً کسی اور کتاب کے حصہ میں نہیں آئی۔

حدیث : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال، احوال اور تقریر کو کہتے ہیں۔

اقوال : اقوال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وفرمودات مراد ہیں، جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: ''إنما الاعمال بالنیات''۔(۱)

افعال : افعال سے وہ کام مراد ہیں، جن کو آپ ﷺ نے ارادہ واختیار کے ساتھ انجام دیا ہے، جیسے ''کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا لبس قمیصاً بدأ بمیامنه''۔(۲)

احوال : احوال سے مراد آپ ﷺ سے صادر ہونے والی وہ باتیں ہیں، جن میں آپ کے ارادہ واختیار کو دخل نہیں، جیسے: روئے انور، ریش مبارک وغیرہ کی کیفیات۔

تقریر : تقریر سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے کوئی کام کیا گیا ہو اور آپ ﷺ نے اس کو منع نہ فرمایا ہو، جیسے: حضرت عمرو بن عاص ؓ نے ایک موقع پر شدید سرد موسم کی وجہ سے غسل جنابت کی بجائے تیمم پر اکتفاء کیا، آپ ﷺ کو خبر دی گئی تو آپ ہنسے اور کچھ نہ فرمایا ''فضحک رسول الله صلی الله علیه وسلم ولم یقل شیئاً''(۳) اگر صحابی نقل کریں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایسا کیا کرتے تھے یا ایسا ہوا کرتا تھا تو یہ بھی تقریر ہوگی، جیسے ''إنما کان الاذان علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم مرتین'' یعنی کلمات اذان دوہرے ہوا کرتے تھے۔

حدیث قدسی : یوں تو احادیث میں جو بھی احکام آئے ہیں، سبھی اللہ کی طرف سے ہیں، صرف الفاظ رسول اللہ ﷺ کے ہیں؛ لیکن اگر آپ نے کسی بات کی صراحتاً اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی ہو تو وہ 'حدیث قدسی' کہلاتی ہے، جیسے حضرت ابوذر غفاری ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''یا عبادی! إنی حرمت الظلم علی نفسی وجعلته بینکم محرماً فلا تظالموا''۔(۴)

---

(۱) بخاری، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر: ۱۔

(۲) ترمذی، ابواب اللباس، حدیث نمبر: ۱۷۶۶۔

(۳) ابوداؤد، باب إذا خاف الجنب البرد أیتیمم، حدیث نمبر: ۳۳۴۔

(۴) مسلم، باب تحریم الظلم، حدیث نمبر: ۲۵۷۷۔

سو سے زیادہ ’’احادیثِ قدسیہ‘‘ منقول ہیں، حدیثِ قدسی اور قرآن مجید میں یہ فرق ہے کہ قرآن مجید میں الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہیں اور حدیث قدسی میں الفاظ وعبارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہوتی ہے۔

نیز قرآن کا ہر لفظ تواتر سے ثابت ہے اور حدیث قدسی کا تواتر سے ثابت ہونا ضروری نہیں؛ بلکہ جو احادیث قدسیہ جمع کی گئی ہیں ان میں شاید کوئی بھی متواتر نہیں ہے۔

خبر واثر

حدیث سے قریب تر دو اور اصطلاحات ہیں: خبر، اثر۔

علم حدیث کے ذیل میں اگر ’’خبر‘‘ کا لفظ بولا جائے تو اس سے حدیث ہی مراد ہوتی ہے؛ لیکن عمومی استعمال کے اعتبار سے خبر عام ہے، خبر وہ بھی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہو اور وہ بھی جو کسی اور سے نقل کی جائے، اس دوسرے معنی کے لحاظ سے تاریخ وتذکرہ پر بھی خبر کا اطلاق کیا جاتا ہے، جیسے: اخبار الحکماء۔

اثر کے لغوی معنی ’’بچی ہوئی چیز‘‘ کے ہیں، اصطلاح میں صحابہ وتابعین کے اقوال وافعال کو کہا جاتا ہے؛ لیکن بعض اوقات حدیث کو بھی اثر کہہ دیا جاتا ہے، اسی مفہوم کے اعتبار سے امام طحاوی نے اپنی کتابوں کا نام ’’شرح معانی الآثار‘‘ اور ’’مشکل الآثار‘‘ رکھا ہے۔

سند ومتن

حدیث جن افراد کے ذریعہ پہنچتی ہے، ان کے سلسلہ کو ’’سند‘‘ کہتے ہیں اور سند کے بعد حدیث کے جو الفاظ ذکر کئے جائیں، سند کے مقابلہ اس کو ’’متن‘‘ کہا جاتا ہے۔

تمرینی سوالات

(۱) حدیث کی تعریف کرو؟

(۲) بتاؤ کہ احوال سے کیا مراد ہے؟

(۳) تقریر کی تعریف اور کتب احادیث سے کم سے کم اس کی دو مثالیں تلاش کرو؟

(۴) حدیث قدسی کسے کہتے ہیں اور حدیثِ قدسی اور قرآن میں کیا فرق ہے؟
(۵) خبر و اثر میں کیا فرق ہے؟
(۶) سند اور متن کسے کہتے ہیں؟

انتہاء سند کے اعتبار سے حدیث کی قسمیں

روایت کس شخص تک پہنچتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک، صحابیؓ تک، یا تابعیؒ تک؟ —— اس اعتبار سے حدیث کی تین قسمیں ہیں :

(۱) مرفوع۔ (۲) موقوف۔ (۳) مقطوع۔

مرفوع : مرفوع وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتی ہو۔

موقوف : موقوف وہ ہے جو صحابی تک پہنچتی ہو، اس کو (جیسا کہ ذکر ہوا) اثر بھی کہتے ہیں۔

مقطوع : مقطوع وہ ہے جو تابعی تک پہنچتی ہو۔

پھر مرفوع کی دو قسمیں ہیں :

(۱) مرفوع صریحی۔ (۲) مرفوع حکمی۔

مرفوع صریحی : مرفوع صریحی وہ ہے جس میں صراحتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول، فعل یا تقریر کو نقل کیا گیا ہو، جیسے کہا گیا ہو: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمایا، آپ نے یہ عمل کیا، آپ کے سامنے یہ کہا گیا، یہ کیا گیا۔

مرفوع حکمی : وہ ہے جس میں صراحتاً آپ کا قول و فعل ذکر نہ کیا گیا ہو؛ لیکن قرائن سے معلوم ہو جائے کہ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے

قرائن مختلف ہو سکتے ہیں :

- صحابی کوئی ایسی بات نقل کرے جو وہ اپنے علم سے نہیں کہہ سکتا۔

جیسے: حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ ''مامن مسلم یصلی الصبح ثم یقعد فی مصلاہ إلا کان له حجاباً من النار ''۔(۱)

● صحابی کسی ایسے مسئلہ میں فتویٰ دے، جس میں قیاس و اجتہاد کی گنجائش نہ ہو، مثلاً: حضرت علیؓ کا ارشاد ''لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع ''۔(۲)

● صحابی ماضی کا کوئی ایسا واقعہ بیان کرے جو اسرائیلی روایات سے ماخوذ نہ ہو یا مستقبل کے بارے میں پیشین گوئی کرے، مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ کا ارشاد :

والذی أنزل الکتاب علی محمد صلی الله علیه وسلم
ان اهل الجنة لیزدادون جمالاً وحسنا کما
یزدادون فی الدنیا قباحة وهرما ۔ (۳)

● صحابی کوئی ایسا عمل کرے جو محض اجتہاد اور رائے کی بنا پر نہیں کیا جاسکتا، جیسے: حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ کو بیس رکعت تراویح پڑھانے پر مامور کیا اور صحابہ نے اسی طرح نماز ادا فرمائی۔

● صحابی بتائے کہ ہم لوگ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کرتے تھے :

کنا نعزل علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم ،
فبلغ ذلک نبی الله صلی الله عله وسلم ، فلم ینهنا ۔ (۴)

● اسی طرح اگر صحابی نے کوئی بات ''من السنة'' کے لفظ سے نقل کی ہو تو وہ بھی حکماً حدیث مرفوع ہی ہوگی، جیسے: حضرت علیؓ کا قول ''من السنة وضع الکف علی الکف تحت السرة''۔

---

(۱) مصنف ابن شیبه، باب من کان إذا صلی جلس فی مصلاہ، حدیث نمبر:۷۷۶۸۔

(۲) مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الجمعة، باب من قال لا جمعة ولا تشریق إلا فی مصر جامع، حدیث نمبر:۵۰۵۹۔

(۳) مصنف ابن شیبه، باب ما ذکر فی الجنة وما فیها مما أعد لأهلها، حدیث نمبر:۳۴۰۰۵۔

(۴) مسلم، باب حکم العزل، حدیث نمبر:۱۴۴۰۔

حکم : حدیث مرفوع صریحی کی طرح حدیث مرفوع حکمی بھی حجت ہے اور اگر کسی مسئلہ میں حکم قرآنی اور حدیث مرفوع موجود نہ ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حدیث موقوف بھی حجت ہے؛ البتہ تابعین کے اقوال حجت نہیں ہیں۔

آثارِ صحابہ اور اقوال تابعین، کتب حدیث میں سے مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق میں زیادہ نقل کئے گئے ہیں اور موجودہ دور میں ابوعبداللہ سید بن کسروی نے ''موسوعۃ آثار الصحابہ'' میں زیادہ سے زیادہ آثار کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔

تمرینی سوالات

(۱) حدیث مرفوع، موقوف اور مقطوع کی تعریف کرو؟

(۲) حدیث مرفوع حکمی کو مثال سے سمجھاؤ؟

(۳) حدیث کی ان تینوں اقسام میں سے کون حجت ہے، کون حجت نہیں؟

(۴) آثارِ صحابہ پر مشتمل اہم کتابیں کون کون ہیں؟

صحابہ اور تابعین

آپ پڑھ چکے ہیں کہ صحابہ کے اقوال وافعال ''حدیث موقوف'' یا ''اثر'' کہلاتے ہیں اور دین میں ان کا اہم مقام ہے؛ اس لئے یہ جان لینا ضروری ہے کہ صحابی کی تعریف کیا ہے؟

صحابی

صحابی وہ ہے جس نے بہ حالت ایمان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہو، یا نابینا ہونے کی وجہ سے دیکھ نہ پایا ہو؛ لیکن ملاقات کی ہو اور ایمان کی حالت میں وفات پائی ہو، پس اگر کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایمان کی حالت میں ملاقات کی، پھر ارتداد میں مبتلا ہوگئے اور بعد کو اللہ کی توفیق سے ارتداد سے تائب ہوگئے، نیز اسی حالت میں وفات پائی تو ان کا شمار بھی صحابہ میں ہوگا۔

حکم : صحابہ تمام کے تمام عادل ہیں اور اس پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے، صحابہ کے بارے میں طعن کرنا یا ان سے بدگمانی رکھنا حرام اور شدید گناہ ہے، تمام صحابہ حق کے متبع اور علم وعمل میں مخلص تھے، صحابہ سے فقہی اور سیاسی مسائل میں جو کچھ خطاء ہوئی ہے، وہ ''اجتہادی خطاء'' ہے اور وہ عنداللہ مغفور ہیں ''رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ''۔

کسی شخص کے صحابی ہونے کا علم پانچ طریقوں سے ہوسکتا ہے :

(۱) تواتر سے، جیسے: خلفاء راشدین، اہل بیت اطہار، ازواج مطہرات، عشرۂ مبشرہ اور اکابر مہاجرین وانصار وغیرہ کا صحابی ہونا۔

(۲) شہرت کی بنا پر، اگرچہ وہ تواتر سے کم درجہ کی ہو، جیسے: ضِمام بن ثَعلبہ، عُکاشَہ بن مِحْصَن وغیرہ۔

(۳) کسی صحابی کا دوسرے شخص کے بارے میں صحابی ہونے کی اطلاع دینا۔

(۴) ثقہ تابعین کا خبر دینا۔

(۵) کسی شخص کا صحابی ہونے کا دعویٰ کرنا؛ بشرطیکہ وہ قابل اعتبار ہو اور اس کا دعویٰ عقلاً قابل قبول ہو، مثلاً کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ایک سو سال کے اندر دعویٰ کیا، اس کے بعد کا دعویٰ معتبر نہیں —— ''رتن ہندی'' کے بارے میں صحابیت کے دعویٰ کو اس لئے محدثین نے قبول نہیں کیا ہے۔ (میزان الاعتدال: ۲/ ۴۵)

تعداد : صحابہ کی مجموعی تعداد کی تحدید مشکل ہے؛ اس لئے اس سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں، علامہ ابو زُرعۃ رازی نے ایک لاکھ چودہ ہزار کی تعداد لکھی ہے، جنھوں نے آپ سے روایت نقل کی ہے، یا سنی ہے۔

طبقات : ابن سعد نے ''طبقات بن سعد'' میں صحابہ کے پانچ طبقات کئے ہیں اور حاکم نے بارہ طبقات۔

آخری صحابی : وفات کے اعتبار سے آخری صحابی حضرت ابوطُفَیل عامر بن واثلہ لیثیؓ ہیں، جن کی وفات مکہ مکرمہ میں ۱۱۰ ہجری میں ہوئی ہے۔

صحابہ پر اہم تصنیفات :

- معرفۃ من نزل من الصحابۃ سائر البلدان : علامہ مدینی (م:۲۳۴ھ)
- کتاب المعرفۃ : علامہ مروزی (م:۲۹۳ھ)
- کتاب الصحابہ : ابن حبان ابوحاتم بستی (م:۳۵۴ھ)
- الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب : ابن عبدالبر (م:۴۶۳ھ)
- اسد الغابۃ فی معرفۃ اسماء الصحابہ : ابن اثیر (م:۶۳۰ھ)
- تجرید اسماء الصحابہ : محمد بن اُحمد بن عثمان بن قایماز الذہبی (م:۷۴۸ھ)
- الاصابہ فی تمییز الصحابہ : ابن حجر عسقلانی (م:۸۵۲ھ)
- البدر المنیر فی صحابۃ البشیر النذیر : محمد قائم بن صالح سندھی (م:۱۱۴۵ھ)

صحابہ اور روایت حدیث

تمام احادیث ہم تک صحابہ ہی کے ذریعہ پہنچی ہیں، روایت حدیث کے اعتبار سے صحابہ کے تین طبقات ہیں :

(۱) مُکْثِرین۔ (۲) مُقْسِطین۔ (۳) مُقِلِّین۔

مکثرین : وہ ہیں جن سے ہزار سے زیادہ روایتیں منقول ہوں، یہ سات ہیں اور ان کی مرویات اس طرح ہیں :

حضرت ابوہریرۃ	:	۵۳۷۴
حضرت عبداللہ ابن عمرؓ	:	۲۶۳۰
حضرت انسؓ	:	۲۲۸۶
حضرت عائشہ (اُم المومنینؓ)	:	۲۲۱۰
حضرت عبداللہ ابن عباسؓ	:	۱۶۶۰
حضرت جابر بن عبداللہؓ	:	۱۵۴۰
حضرت ابوسعید خدریؓ	:	۱۱۷۰

مقسطین : وہ ہیں جن کی مرویات ایک ہزار سے کم اور سو سے زیادہ ہوں، اس طبقہ میں بہت سے صحابہ ہیں، چند اہم نام یہ ہیں :

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ	:	۸۴۸
حضرت عمرو بن عاصؓ	:	۷۰۰
حضرت عمر بن الخطابؓ	:	۵۳۷
حضرت علی بن ابی طالبؓ	:	۵۳۶
حضرت اُم سلمہؓ (اُم المومنین)	:	۳۷۶

مقلین : وہ ہیں جن کی مرویات سو سے بھی کم ہوں، جیسے: حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ کہ ان سے ۹۵ روایات منقول ہیں۔

تابعین

تابعی : تابعی وہ ہے جس نے بہ حالت ایمان ایک صحابی یا ایک سے زیادہ صحابہ کو دیکھا ہو، ''تابعی'' ہونے کے لئے صحابہ سے روایات کا سننا شرط نہیں ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے :

طوبیٰ لمن رآنی وطوبیٰ لمن رأی من رآنی ولمن رأی من رأی من رآنی وآمن بی ۔(۱)

امام ابوحنیفہؒ کو بھی تابعین میں شمار کیا گیا ہے؛ کیوں کہ آپ نے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت انسؓ کو دیکھا ہے۔

علقمہ، اسود، سعید بن مسیب، قیس بن ابی حازم، ابوعثمان نہدی، مسروق، حسن بصری، اور اویس قرنی اکابر تابعین میں ہیں، فقہاء تابعین میں ایک معروف جماعت مدینہ کے فقہاء سبعہ کی ہے، جن کے نام اس طرح ہیں :

---

(۱) مستدرک حاکم، باب ذکر فضائل الأمۃ بعد الصحابۃ والتابعین، حدیث نمبر: ۶۹۹۴۔

خارجہ بن زید بن ثابتؒ، قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ، عروہ بن زبیرؒ، سلیمان بن یسارؒ، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہؒ، سعید بن مسیبؒ ابوسلمہؒ بن عبد الرحمٰن ـــ بعض علماء نے ابوسلمہ کی جگہ سالم بن عبد اللہ بن عمرؒ کا نام ذکر کیا ہے۔

مُخَضرَم : اس تابعی کو کہتے ہیں، جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کو پایا ہو؛ مگر شرف ملاقات سے محروم رہے ہوں، جیسے: سُوَید بن غَفلہ، اسود بن یزید نخعی، شُریح بن ہانی، اَحنَف بن قیس وغیرہ ـــ مخضر مین کی تعداد ۲۵ ہے۔

عربی زبان میں ''لحم مخضرم'' ایسے گوشت کو کہا جاتا ہے، جس کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ یہ نر جانور کا ہے یا مادہ کا؟ اسی طرح ''مخضر مین'' کے بارے میں بھی ایک طرف رسول اللہ ﷺ کی معاصرت اور دوسری طرف آپ ﷺ سے ملاقات سے محرومی کی وجہ سے صحابیت اور تابعیت میں تردد ہوتا ہے؛ اسی لئے ان کو ''مخضرم'' کہا جاتا ہے۔

تابعی کی شناخت کا ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ مرسل اور متصل حدیث کا فرق معلوم ہوتا ہے؛ کیوں کہ اگر تابعی نے رسول اللہ ﷺ سے روایت نقل کی تو یہ اس روایت کے مرسل ہونے کی دلیل ہے۔

تابعین کی تقسیم کے سلسلہ میں مختلف علماء نے اپنے ذوق کے مطابق طبقات قائم کئے ہیں، امام مسلمؒ نے تین طبقات کئے ہیں، ابن سعد نے چار اور حاکم نے پندرہ، جن میں سے پہلا طبقہ ان لوگوں کا ہے جنھوں نے عشرہ مبشرہ کو پایا ہے۔

تابعین پر مستقل کتاب ابوالمطرف بن فطیس اندلسی کی ''معرفۃ التابعین'' ہے۔

تمرینی سوالات

(۱) صحابی کسے کہتے ہیں؟

(۲) کیا ارتداد شرف صحابیت کو ختم کر دیتا ہے؟

(۳) تعداد اور روایت کے لحاظ سے صحابہ کے کتنے طبقے ہیں؟

(۴) مکثرین کے نام اور ان کی روایتوں کی تعداد بتاؤ؟

(۵) حضرت عبداللہ بن مسعود کس طبقہ میں تھے اور آپ کی روایات کی تعداد کیا ہے؟
(۶) تابعی کسے کہتے ہیں؟
(۷) جب امام ابوحنیفہؒ نے بہ سند صحیح کسی صحابی سے روایت نقل نہیں کی ہے تو آپ کو تابعی کیوں کہا جاتا ہے؟
(۸) مدینے کے فقہاء سبعہ کے نام بتاؤ؟
(۹) مخضرمکن تابعین کو کہتے ہیں؟ ان کی تعداد اور وجہ تسمیہ کیا ہے؟

راویوں کی تعداد کے اعتبار سے حدیث کی قسمیں

حدیثیں نقل کرنے والوں کی تعداد کے اعتبار سے حدیث کی چار قسمیں ہیں :

متواتر : ''تواتر'' کے لغوی معنی ''تتابع'' یعنی پے در پے ہونے کے ہیں، اس سے ''متواتر'' کا لفظ ماخوذ ہے، اصطلاح میں متواتر وہ حدیث ہے، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آج تک ہر طبقہ میں اتنی بڑی جماعت نقل کرتی آئی ہو کہ عادتاً ان کا جھوٹ پر متفق ہوجانا ممکن نہ ہو۔

متواتر لفظی : وہ حدیث ہے جس کے بعینہٖ الفاظ تواتر کے ساتھ منقول ہوں، جیسے: ''حدیث مسح علی الخفین'' کہ یہ ۷۰ صحابہ سے مروی ہے۔

حدیث: ''**نضر الله إمرأ سمع مقالتي**'' کہ یہ تیس صحابہ سے منقول ہے۔

حدیث: ''**من كذب علی متعمداً فليتبوا ء مقعده من النار**'' کہ اس کو باسٹھ صحابہ نے نقل کیا ہے، جن میں عشرہ مبشرہ شامل ہیں۔

متواتر معنوی : وہ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آج تک ہر عہد میں ایک طبقہ نے دوسرے طبقہ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے، جیسے: نماز پنجگانہ۔

یا روایات کے الفاظ مختلف ہوں ؛ لیکن ان سب میں قدر مشترک کے طور پر کوئی مضمون ثابت ہوتا ہو، جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلسلۂ نبوت ختم ہوجانے یا قرب قیامت میں حضرت مسیح علیہ السلام کے نازل ہونے سے متعلق روایات۔

مختلف اہل علم نے متواتر احادیث کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے، اس سلسلہ میں درج ذیل کتابیں اہم ہیں :

الازہار المتناثرہ فی الاخبار المتواترہ : علامہ جلال الدین سیوطی۔

علامہ سیوطی ہی نے ''قطف الازہار'' کے نام سے اپنی اس کتاب کی تلخیص بھی کی ہے۔

نظم المتناثر من الحدیث المتواتر : محمد بن جعفر کتانی۔

خبر واحد

جو احادیث تواتر کے ساتھ منقول نہ ہوں، ان کو خبر واحد'' کہتے ہیں۔

خبر واحد کی قسمیں : خبر مشہور، خبر عزیز، خبر غریب۔

مشہور : وہ حدیث جس کو ہر زمانے میں تین یا اس سے زیادہ راویوں نے نقل کیا ہو ''خبر مشہور'' کو ''خبر مستفیض'' بھی کہا جاتا ہے، جیسے :

- من اتی الجمعة فلیغتسل۔ (۱)
- ان الله لا یقبض العلم انتزاعاً ینتزعه من العباد۔ (۲)

اگر سلسلہ سند میں کہیں بھی راویوں کی تعداد کسی زمانے میں تین سے کم ہوگئی ہو تو خبر مشہور باقی نہیں رہے گی۔

یاد رکھنا چاہئے کہ فقہاء کے نزدیک خبر مشہور اور خبر واحد ایک دوسرے کے مقابل قسمیں ہیں اور محدثین کے نزدیک خبر مشہور، خبر واحد ہی کی قسم ہے۔

اہل علم کے یہاں ''خبر مشہور'' کا لفظ اصطلاحی معنی سے ہٹ کر لغوی معنی میں بھی بہ کثرت استعمال ہوتا ہے، یعنی ایسی روایت جو لوگوں کے درمیان یا کسی خاص گروہ کے نزدیک

(۱) ترمذی، باب ماجاء فی الاغتسال یوم الجمعة، حدیث نمبر: ۴۹۲۔

(۲) مسلم، باب رفع العلم وقبضه وظهور الجهل، حدیث نمبر: ۲۶۷۳۔

مشہور و مروج ہو، اصطلاحی معنی کے اعتبار سے تو احادیث مشہورہ پر غالباً کوئی کتاب موجود نہیں ہے؛ کیوں کہ ان کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی ہے؛ لغوی معنی کے اعتبار سے احادیث مشہورہ پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں، جن میں سے چند اہم تالیفات یہ ہیں :

- اللآلی المنثورہ فی الاحادیث المشہورۃ : ابن حجر عسقلانی (م: ۸۵۲ھ)
- المقاصد الحسنۃ فی مااشتہر علی الالسنۃ : علامہ سخاوی (م: ۹۰۲ھ)
- الدرر المنتشرہ فی الاحادیث المشتہرۃ : جلال الدین سیوطی (م: ۹۱۱ھ)
- تمییز الخبیث من الطیب : عبدالرحمٰن بن ربیع شیبانی (م: ۹۴۴ھ)
- کشف الخفاء ومزیل الالباس : عجلونی (م: ۱۰۵۷ھ)
- أسنی المطالب : محمد حدت (م: ۱۲۷۶ھ)

عزیز : وہ حدیث ہے جس کے روایت کرنے والے کسی زمانے میں دو سے کم نہ ہوں، جیسے :

لایؤمن احدکم حتی أکون أحب الیه من والده وولده والناس اجمعین۔(۱)

اس کو حضرت انسؓ سے قتادہؒ اور عبدالعزیز بن صہیب نے اور عبدالعزیز سے اسماعیل بن علیّہ اور عبدالوارث نے اور ان سے ایک جماعت نے نقل کیا ہے۔

خبر عزیز چوں کہ شاذ و نادر ہیں؛ اس لئے اس پر کوئی مستقل کتاب نہیں ملتی ہے۔

غریب : وہ حدیث ہے جس کے سلسلہ سند میں کسی زمانے میں بھی راوی کی تعداد صرف ایک رہ گئی ہو، جیسے: ''الولاء لحمة کلحمة النسب لا یباع ولا یوهب''(۲) ـــــ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے تنہا عبداللہ بن دینارؒ اس کے راوی ہیں۔

---

(۱) بخاری، کتاب الایمان، حدیث نمبر: ۱۵۔

(۲) مستدرک، کتاب الفرائض، حدیث نمبر: ۷۹۹۰۔

حدیث غریب کو''فرد'' بھی کہتے ہیں— حدیث غریب کی دو قسمیں کی گئی ہیں :

غریب مطلق : جس کی سند کی بنیاد میں تنہا ایک راوی ہو، یعنی رسول اللہ ﷺ سے نقل کرنے والے صرف ایک صحابی ہوں، یا حدیث موقوف میں صحابی سے نقل کرنے والے صرف ایک تابعی ہوں، جیسے: ''إنما الأعمال بالنیات'' اس حدیث کو صحاحِ ستہ نے اور ائمہ اربعہ نے روایت کیا ہے؛ لیکن رسول اللہ ﷺ سے روایت کرنے والے صرف حضرت عمرؓ ہیں؛ اس لئے اس کا شمار بھی غریب احادیث میں ہے، اس کو''فرد مطلق'' بھی کہتے ہیں۔

غریب نسبی : جس کو انتہاء میں کئی راویوں نے روایت کیا ہو، مگر درمیان میں کہیں صرف ایک راوی نقل کرتے ہوں، جیسے :

عن انس رضی اللہ عنہ ... أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ... دخل مکہ وعلی رأسہ المغفر ۔(۱)

اس روایت کے راوی متعدد صحابہ ہیں؛ لیکن ابن شہاب زہری سے تنہا امام مالک روایت کرتے ہیں— اس کو''فرد نسبی'' بھی کہتے ہیں۔

یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہر''غریب'' غیر معتبر ہوتی ہے؛ بلکہ غریب روایتیں کبھی صحیح، کبھی حسن اور کبھی ضعیف کے درجہ کی ہوتی ہیں۔

حدیث غریب پر کتاب

حدیث کی متداول کتابوں میں غریب احادیث کی بڑی تعداد پائی جاتی ہے؛ البتہ ''الافراد للدارقطنی'' اور''غرائب مالک للدارقطنی'' میں خاص طور پر ایسی احادیث کو جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

غریب—لغوی معنی میں

''غریب'' کے اصل معنی نادر اور قلیل کے ہیں، حدیث غریب کو بھی غریب اسی لئے

---

(۱) بخاری، باب دخول الحرم ومکۃ بغیر احرام، حدیث نمبر:۱۸۴۶۔

کہتے ہیں کہ کسی مرحلہ میں راوی کی تعداد ''قلیل ترین'' ہوجاتی ہے، یعنی صرف ایک راوی رہ جاتا ہے ــــ اس لغوی معنی کے لحاظ سے بھی بعض اوقات کسی روایت کو ''غریب'' سے تعبیر کردیا جاتا ہے، مثلاً کسی روایت کے تمام رواۃ مدنی ہوں، یا کوئی ہوں تو ندرت کے اس پہلو کے پیش نظر اسے غریب کہہ دیتے ہیں، اسی طرح حدیث کے متن کو مختلف راویوں نے نقل کیا ہو؛ لیکن کسی اور صحابی سے، جب کہ کسی راوی نے دوسرے صحابی سے روایت کیا ہو تو کہا جاتا ہے کہ اس سند خاص کے اعتبار سے یہ غریب ہے؛ لیکن متن کے اعتبار سے غریب نہیں ہے: ''غریب اسناداً لا متناً''۔

تمرینی سوالات

(۱) راویوں کی تعداد کے اعتبار سے حدیث کی کتنی قسمیں ہیں؟
(۲) خبرمتواتر کی تعریف کرو اور مثال سے واضح کرو؟
(۳) تواترلفظی اور تواتر معنوی کی وضاحت کرو؟
(۴) بتاؤ کہ خطبہ وعیدین میں خطیب کا قبلہ کے بجائے مصلیوں کی طرف متوجہ ہونا تواتر سے ثابت ہے یا نہیں اور تواتر سے ثابت ہے تو یہ کس قسم کا تواتر ہے؟
(۵) خبرمشہور کی تعریف کرو اور بتاؤ کہ فقہاء اور محدثین کی اصطلاح میں کیا فرق ہے؟
(۶) خبرعزیز اور خبرغریب کی تعریف کرو اور مثالیں بتاؤ؟
(۷) کیا ہر خبر غریب ضعیف و نامعتبر ہوتی ہے؟ واضح کرو۔

مقبول احادیث

حدیث کے معتبر اور نامعتبر ہونے کے اعتبار سے اس کی دو قسمیں ہیں: مقبول، مردود۔

مقبول : وہ حدیث ہے جس کی سند یا درایت کے اعتبار سے رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کا صحیح ہونا راجح ہو، ایسی حدیث حجت ہے۔

مردود : وہ حدیث ہے جس کی رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کا درست ہونا راجح نہ ہو، خواہ سند میں ضعف کی بنیاد پر ہو یا درایت کی بنا پر۔

حدیث مقبول کی دو قسمیں ہیں: مقبول بہ اعتبار روایت وسند، مقبول بہ اعتبار درایت ومتن۔
احادیث مقبولہ بہ اعتبار سند پانچ طرح کی ہیں: صحیح لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ، معمولی درجہ کی ضعیف۔

صحیح لذاتہ : وہ حدیث ہے جس کو عادل اور قوی الحفظ راویوں نے اس طرح نقل کیا ہو کہ سند میں کہیں انقطاع نہ ہو اور وہ ''علت'' اور ''شذوذ'' سے محفوظ ہو۔

عادل : جو گناہوں سے اور دنائت کی باتوں سے بچتا ہو۔

دناءت : سے مراد یہ ہے کہ اگر چہ وہ بات شرعاً جائز نہ ہو؛ لیکن معاشرہ میں تہذیب وشائستگی کے خلاف سمجھی جاتی ہو، جیسے: راستہ پر چلتے ہوئے ایسی چیز کھانا، جو چلتے پھرتے نہیں کھائی جاتی ہیں۔

قوی الحفظ : وہ ہے جو سنی ہوئی بات کو کمی بیشی اور ملاوٹ سے محفوظ رکھ سکتا ہو، اصطلاح میں اس کو ''ضبط'' کہتے ہیں۔

علت : روایت میں پائی جانے والی ایسی پوشیدہ کمزوری کو کہتے ہیں، جس سے اہل فن ہی واقف ہوسکیں، جیسے :

سفیان ثوری عن عمرو بن دینار عن ابن عمر
رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
البیعان بالخیار مالم یتفرقا۔ (۱)

اس روایت کی سند میں تمام رجال ثقہ ہیں؛ البتہ سفیان کو وہم ہوا ہے، اصل میں اس کے راوی عمر کے بھائی ''عبداللہ بن دینار'' ہیں اور سفیان نے عبداللہ بن دینار کے بجائے عمرو دینار کہہ دیا ہے، یہی سفیان کا وہم ہے۔

شذوذ : یہ ہے کہ راوی نے سند یا حدیث کے مضمون میں اپنے سے بہتر راوی کی مخالفت کی ہو۔ (مثال کے لئے دیکھئے: شاذ)

---

(۱) بخاری، کتاب البیوع، حدیث نمبر: ۲۰۷۹۔

صحیح لغیرہ : وہ حدیث ہے جس کا کوئی راوی خفیف الضبط ہو؛ لیکن متعدد طرق سے منقول ہونے کی وجہ سے صحیح کے درجہ میں آجائے، جیسے :

لولا أن أشق على أمتي لأمرتهم بالسواک عند کل صلٰوۃ۔ (۱)

اس روایت کو محمد بن عمر وعلقمہ نے ابوسلمہ سے نقل کیا ہے، محمد کامل درجہ قوی الحفظ نہیں ہیں؛ لیکن دوسرے راویوں نے ان کی متابعت کی ہے، اسی بنا پر علامہ عراقیؒ وغیرہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

حسن لذاتہ : وہ حدیث ہے کہ جس کے راوی عادل؛ لیکن نسبتاً کم قوی الحفظ ہوں اور اس میں شذوذ یا علت نہیں پائی جائے، جیسے :

حدثنا قتیبه حدثنا جعفر بن سلیمان الضبعی عن ابی عمران الجونی عن ابی بکر بن ابی موسٰی الاشعری ، قال سمعت أبی بحضرة العدو یقول : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ... إن ابواب الجنة تحت ظلال السیوف ...۔ (۲)

اس میں جعفر بن سلیمان کم درجہ کے راوی ہیں، باقی تمام راوی اعلیٰ درجہ کے ہیں۔

صحیح اور حسن دونوں طرح کی روایتوں میں راوی عادل ہوتا ہے اور شذوذ وعلت نہیں پائی جاتی ،فرق صرف ''ضبط'' کے اعتبار سے ہوتا ہے کہ صحیح کے راویوں کے مقابلہ حسن کے راوی کم درجہ کا حافظہ رکھتے ہیں ؛ لیکن ایسے ضعیف الحفظ بھی نہیں ہوتے کہ ان کی روایات نامعتبر قرار دی جاتی ہو۔

---

(۱) بخاری، باب السواک یوم الجمعۃ، حدیث نمبر: ۸۸۷، مسلم، باب السواک، حدیث نمبر: ۲۵۲۔

(۲) ترمذی، ابواب فضائل الجہاد، حدیث نمبر: ۱۶۵۹۔

حسن لغیرہ : وہ حدیث ہے جس کی سند میں کوئی راوی عدل یا ضبط کے اعتبار سے ضعیف ہو؛لیکن کثرت طرق کی بنا پراس کی تلافی ہوجائے،جیسے :

هشيم عن يزيد عن عبد الرحمٰن عن البراء عن النبى صلى الله عليه وسلم انه قال : ان حقاً على المسلمين ان يغتسلوا يوم الجمعة ۔ (۱)

اس کی سند میں ہشیم ''ضعیف'' ہیں ؛ کیوں کہ یہ مدلس (آنے والے باب میں تدلیس میں ملاحظہ کریں) ہیں اور انھوں نے ''عن'' کے صیغہ سے یزید سے روایت نقل کی ہے؛لیکن ابویحییٰ تیمی نے بھی عبدالرحمٰن سے اس روایت کو نقل کیا ہے،اس لئے یہ اب ''حسن'' کے درجہ میں آ گئی ہے۔

تائیدی روایات

یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ تائیدی روایتیں دوطرح کی ہوتی ہیں:متابع،شاہد۔

متابع : وہ روایت ہے جو الفاظ میں اس کے مطابق ہو،اگر یہ متابع روایت اول سند سے اصل روایت کے مطابق ہوتو اس کو''متابعت تامہ'' کہتے ہیں۔

شاہد : وہ روایت ہے جو معنی میں مطابقت رکھتی ہو۔

ایک ہی حدیث میں متابعت تامہ،متابعت ناقصہ اور شاہد تینوں کی مثالیں جمع ہیں :

روى الشافعى فى الام عن مالک عن عبد الله بن دينار عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : الشهر تسع و عشرون فلا تصوموا حتى تروا الهلال ، ولا تفطروا حتى تروه ، فأن غم عليكم فاكملوا العدة ثلاثين ۔

(۱) ترمذی،ابواب الجمعۃ،باب فی السواک والطیب یوم الجمعۃ،حدیث نمبر:۵۲۸۔

- اس کی متابعت تامہ اس روایت سے ہوتی ہے :

بخاری عن عبد اللہ بن مَسْلَمہ القعنبی عن مالک عن عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر وفیہ : فإن غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلاثین ۔(۱)

- متابعت قاصرہ کرنے والی روایت یہ ہے :

ابن خزیمہ عن عاصم بن محمد عن ابیہ محمد بن زید عن جدہ عبد اللہ بن عمر ، وفیہ : فکملوا ثلاثین ۔(۲)

- ''شاہد'' روایت یہ ہے :

نسائی عن محمد حنین عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال وفیہ :'' فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلاثین ''۔(۳)

اوپر حدیث مقبول کی جن چار قسموں کا ذکر آیا ہے، وہ بھی حجت ہیں؛ البتہ اگر حدیثیں متعارض ہوں تو عام طور سے صحیح لذاتہ کو صحیح لغیرہ پر، حسن لذاتہ کو حسن لغیرہ پر اور صحیح کو حسن پر ترجیح دی جاتی ہے؛ لیکن بعض دفعہ کسی خارجی قرینہ کی بناء پر کم تر درجہ کی حدیث کو اس سے اعلیٰ درجہ کی حدیث پر بھی ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

کم درجہ کی ضعیف

جس حدیث کے سلسلۂ سند میں بہت زیادہ ضعف نہ ہو، مثلاً اس کے راوی پر وضع حدیث یا کذب کی تہمت نہ ہو تو یہ دو صورتوں میں مقبول ہے :

(۱) بخاری، کتاب الصوم، حدیث نمبر: ۱۹۰۷۔

(۲) ابن خزیمہ، کتاب الصیام، حدیث نمبر: ۱۹۰۹۔

(۳) نسائی، کتاب الصیام، حدیث نمبر: ۲۱۲۵۔

(۱) فضائل وترغیبات میں۔

(۲) احتیاطی احکام میں۔

عقائد وایمانیات میں یا حلال وحرام کے احکام میں ان کا اعتبار نہیں۔

امام احمد، سفیان ثوری، عبدالرحمٰن بن مہدی اور جمہور کا یہی مسلک ہے؛ لیکن شرط ہے کہ :

(الف) روایت بہت زیادہ ضعیف نہ ہو۔

(ب) دین وشریعت کے عام اُصول کے مطابق ہو۔

(ج) عمل کرنے میں اس کے ثابت ہونے کا یقین نہ ہو؛ بلکہ احتیاط پر عمل کرنے کی نیت ہو۔

(د) روایت نقل کرتے ہوئے یا تو اس کے ضعیف ہونے کو واضح کردیا جائے یا یقین کے صیغہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت نہیں کی جائے؛ بلکہ کہا جائے: روایت کیا گیا ہے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف فلاں بات کی نسبت کی گئی ہے۔

حدیث مقبول بہ اعتبار درایت ومتن

وہ حدیث ہے، جس کی سند میں ضعف ہو؛ لیکن دوسرے قرائن کی بنا پر حدیث کے متن کو قبول کیا جائے، یہ قرائن مختلف ہیں، جن میں سے تین اہم ہیں :

(الف) قرآن مجید سے مطابقت

جیسے: صلوٰۃ الحاجۃ کے سلسلہ میں ایک روایت ہے، جو ترمذی میں نقل کی گئی ہے۔(۱)

یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے ؛ کیوں کہ اس میں ایک راوی فائدۃ بن عبدالرحمٰن ہیں، جو محدثین کے نزدیک ضعیف شمار کئے گئے ہیں؛ لیکن اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۔ (۲)

---

(۱) دیکھئے: ترمذی، باب صلاۃ الحاجۃ، حدیث نمبر: ۴۷۹۔

(۲) البقرۃ: ۱۵۳۔

اس آیت میں ''صلوٰۃ'' کو اللہ سے مدد مانگنے کا ایک ذریعہ بتایا گیا ہے، صلوٰۃ الحاجۃ کا مقصد بھی یہی ہے کہ نماز پڑھ کر اپنی حاجت کے لئے درخواست کی جائے؛ اس لئے یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہونے کے باوجود معتبر مانی جائے گی۔

(ب) تلقی بالقبول: یعنی بہت سے فقہاء و محدثین کا اس پر عمل ہو۔

جیسے: ''لا وصیة لوارث''(۱) اس حدیث کی سند میں ہیں؛ لیکن تمام فقہاء نے اس کو قبول کیا ہے؛ اس لئے یہ حدیث مقبول ہوگی۔

یا تراویح کی بیس رکعات، تو صحیح اسناد سے ثابت ہیں؛ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بیس رکعات تراویح پڑھائے جانے کا جس حدیث میں ذکر آیا ہے، سند کے اعتبار سے بہت سے اہل علم کے نزدیک وہ ضعیف ہے؛ لیکن حضرت عمر فاروقؓ کے عہد سے آج تک ہر دور میں اس پر مسلمانوں کا عمل رہا ہے، ائمہ متبوعین اور حضرات محدثین اسی کے قائل رہے ہیں؛ اس لئے یہ حدیث مقبول ہوگی۔

(ج) صحابہ کا عمل: یعنی اگرچہ کہ حدیث ایک درجہ ضعیف ہو، مگر صحابہ کا عمل اس کے مطابق ہو تو یہ اس روایت کو درجۂ قبول تک پہنچا دیتی ہے۔

جیسے حدیث میں ہے:

إذا أقيمت الصلوٰة فلا صلاة إلا المكتوبة إلا ركعتى الصبح ـ (۲)

اس میں ''إلا ركعتى الصبح'' کا اضافہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے؛ کیوں کہ اس کے راوی حجاج بن نصیر و عباد بن کثیر ضعیف ہیں؛ لیکن حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے فجر کی جماعت شروع ہونے کے بعد بھی حصۂ نماز سے باہر دو رکعت سنت فجر ادا فرمائی ہے، (۳) یہ سب شب و روز کے حاضر باش صحابہ تھے اور یہ بات

---

(۱) ترمذی، باب ماجاء لا وصیۃ لوارث، حدیث نمبر: ۲۱۲۰۔

(۲) سنن بیہقی، کتاب الصلوٰۃ، باب کراہیۃ الاشتغال بھا الخ: ۴۲۹۷۔

(۳) الطبرانی فی الکبیر، حدیث نمبر: ۹۳۸۵۔

نا قابل تصور ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے قطع نظر کر کے ایسا عمل کیا ہوگا؛ اس لئے یہ حدیث درجۂ قبول تک پہنچ گئی۔

اس لئے اگر کوئی حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہو یا کسی محدث نے اس کو ''ضعیف الاسناد'' قرار دیا ہو تو ضروری نہیں کہ متن حدیث بھی ضعیف و مردود ہو۔

تمرینی سوالات

(۱) معتبر ہونے اور نہ ہونے کے اعتبار سے حدیث کی کتنی قسمیں ہیں؟

(۲) سند کے اعتبار سے حدیثِ مقبول کی قسموں کی اس طرح تعریف کرو کہ ان کا باہمی فرق واضح ہو جائے۔

(۳) شذوذ اور علت سے کیا مراد ہے؟

(۴) متابع اور شاہد میں کیا فرق ہے؟

(۵) فضائل کی ضعیف حدیثوں کو نقل کرنے کی کیا شرطیں ہیں؟

(۶) درایت و متن کے اعتبار سے حدیث مقبول کی کیا کیا صورتیں ہیں؟

صحیح حدیثوں میں کتابوں کے اعتبار سے درجہ بندی

یوں تو حدیث کے زیادہ اور کم صحیح ہونے کا تعلق راویوں کے مقام و مرتبہ اور مضمون حدیث کے قرآن و شریعت کے بنیادی اُصول و منہاج سے مطابقت اور عدم مطابقت اور بعض دوسرے قرائن پر ہے؛ لیکن چوں کہ بعض مؤلفین نے حدیث کو قبول کرنے کے لئے زیادہ سخت شرطیں رکھی ہیں یا اپنی کتابوں میں صرف مقبول حدیثوں ہی کے نقل کرنے کا اہتمام کیا ہے؛ اس لئے اس اعتبار سے بھی حدیث کے نو درجات مقرر کئے گئے ہیں :

(۱) وہ حدیثیں جن کو بخاری و مسلم دونوں نے نقل کیا ہو۔

(۲) جن کو صرف بخاری نے نقل کیا ہو۔

(۳) جن کو صرف مسلم نے نقل کیا ہو۔

(۴) جو بخاری و مسلم کی شرائط پر ہوں؛ گو ان کتابوں میں روایت موجود نہ ہو۔

(۵) جو صرف بخاری کی شرط پر ہو۔

(۶) جو صرف مسلم کی شرط پر ہو — ''مستدرک حاکم'' میں عام طور پر صراحت کی جاتی ہے کہ کون احادیث صحیحین کی شرط پر ہیں، کون بخاری کی شرط پر اور کون مسلم کی شرط پر؟ البتہ ان کے لگائے ہوئے بعض احکام پر اہل علم کو اشکال رہا ہے۔

(۷) جو بخاری و مسلم کی شرائط پر نہ ہو؛ لیکن ان مؤلفین نے نقل کیا ہو، جو صحیح روایات نقل کرنے کا اہتمام کرتے ہوں، جیسے: مؤطا امام مالک، صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ وغیرہ۔

(۸) سنن اربعہ: ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کی روایات۔

(۹) دوسری مسانید و معاجم کی روایتیں، جیسے: مسند احمد، معجم طبرانی وغیرہ۔

کسی روایت کے کسی خاص مصنف کی شرط پر ہونے سے مراد یہ ہے کہ ان راویوں سے اس مصنف نے روایت قبول کی ہو اور جن دو راویوں کے درمیان اس مصنف نے شیخ و تلمیذ کی نسبت کو قبول کیا ہو، ان ہی دو راویوں نے ایک دوسرے سے روایت نقل کی ہو۔

اصح الاسانید

یوں تو سینکڑوں اسانید ہیں، جو صحیح و معتبر ہیں اور ان کی عدالت وثقاہت پر علماء کا اجماع و اتفاق ہے؛ لیکن بعض سندوں کو محدثین نے ''اصح الاسانید'' کا درجہ دیا ہے، گو محدثین کے اقوال اس سلسلہ میں مختلف ہیں؛ لیکن بہ حیثیت مجموعی ان تمام اسناد کا اعلیٰ درجہ کی سند ہونا ظاہر ہے؛ اس لئے ان سب کو ذہن نشین رکھنا چاہئے:

- مالک ← عن نافع ← عن ابن عمر۔
- زہری ← عن سالم ← عن عبداللہ بن عمر۔
- محمد بن سیرین ← عن عبیدۃ السلمانی ← عن علی۔
- سلیمان بن مہران الاعمش ← عن ابراہیم النخعی ← عن علقمہ ← عن عبداللہ بن مسعود۔

تمرینی سوالات

(۱) صحیح حدیثوں میں کتابوں کے اعتبار سے کس طرح درجات قائم کئے گئے ہیں؟

(۲) جن اسناد کو محدثین نے ''اصح الاسانید'' شمار کیا ہے، ان کو زبانی سناؤ؟

حدیث مردود اور اس کی قسمیں

حدیث مردود وہ حدیث ہے، جس کی رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت صحیح نہ ہو، یا نسبت کا صحیح نہ ہونا راجح ہو۔

حدیث مردود کی دو قسمیں ہیں :

(۱) مردود بہ اعتبار سند۔

(۲) مردود بہ اعتبار متن۔

مردود باعتبار سند

حدیث مردود باعتبار سند وہ حدیث ہے، جس کی سند میں ضعف ہو، یعنی اس میں اتصال نہ ہو، یا راوی عادل نہ ہو، یا راوی کا حافظہ بہتر اور قابل اعتماد نہ ہو۔

حدیث ضعیف کی بہت سی قسمیں ہیں، بعض اہل علم نے پچاس کے قریب قسمیں ذکر کی ہیں، تاہم بنیادی طور پر حدیث کے ضعیف ہونے کے دو اسباب ہیں :

اول : یہ کہ سند میں کسی مقام پر انقطاع پایا جائے۔

دوم : حدیث کے راویوں میں جن اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے، وہ نہ پائے جائیں۔

سند میں انقطاع کے اعتبار سے ضعیف حدیث کی کل چار قسمیں ہیں :

(۱) معلق۔ (۲) منقطع۔

(۳) معضل۔ (۴) مرسل۔

معلق : وہ روایت ہے جس میں راوی نے ابتداء سند سے ایک یا چند یا تمام راویوں کے نام حذف کر دیئے ہوں، ایسی حدیثیں معتبر نہیں ہیں؛ البتہ اگر ایسی کتاب میں آئی ہو، جس کے مؤلف نے صرف صحیح احادیث ہی کے نقل کرنے کا اہتمام کیا ہو اور مؤلف نے اس کو صیغہ جزم ویقین کے ساتھ نقل کیا ہو تو اس کو معتبر سمجھا جائے گا، جیسے: صحیح بخاری ومسلم کی تعلیقات۔

منقطع : وہ روایت ہے جس میں صحابی سے پہلے یا مختلف مقامات سے ایک سے زیادہ راوی حذف کر دیئے گئے ہوں، جیسے :

عبد الرزاق عن سفيان الثوری عن ابی اسحاق عن زين بن يثيع عن حذيفة عن النبی صلی الله عليه وسلم ، قال : إن وليتموها ابا بكر فقوی امين۔(۱)

عبدالرزاق کا سماع سفیان سے ثابت نہیں؛ بلکہ ان کی روایتیں نعمان بن ابی شیبہ کے واسطہ سے سفیان سے منقول ہیں، اس طرح عبدالرزاق اور سفیان کے درمیان انقطاع پیدا ہو گیا، اسی طرح سفیان کا سماع ابواسحاق سے بھی ثابت نہیں ہے؛ بلکہ ابواسحاق کی روایت سفیان نے شریک کے واسطہ سے سنی ہیں، پس سفیان اور ابواسحاق کے درمیان بھی انقطاع ہے۔

معضل : وہ حدیث ہے جس میں صحابی سے پہلے ایک جگہ سے دو راوی حذف ہوں، جیسے: بعض دفعہ امام مالکؒ براہ راست حضرت ابوہریرہؓ سے روایت نقل کرتے ہیں، یہ معضل ہے؛ کیوں کہ امام مالک اور حضرت ابوہریرہؓ کے درمیان ابوالزناد اور اعرج دو راوی مسلسل محذوف ہیں۔

مرسل : وہ حدیث ہے جس کو تابعی نے واسطہ کا ذکر کئے بغیر رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہو؛ جیسے :

ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم انه قال : كان

---

(۱) مستدرک حاکم، حدیث نمبر: ۴۲۸۵۔

رسول الله صلى الله عليه وسلم فى غزاة ففشت
الجراحات فى اصحابه ثم ابتلوا بالاحتلام فشكوا ذلك
الى النبى فنزلت وإن كنتم مرضى او علىٰ سفر۔ (الآیۃ)

مرسل اصلاً ضعیف ہے؛ البتہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور مشہور قول کے مطابق امام احمدؒ کے نزدیک اگر ارسال کرنے والا تابعی راوی خود ثقہ ہو اور ثقہ ہی سے روایت کرنے کا التزام کرتا ہو تو اس کی مرسل معتبر ہوگی؛ کیوں کہ یا تو اس نے صحابی کا نام حذف کیا ہوگا اور صحابہ سبھی عادل ہیں، یا کسی بڑے تابعی کا نام بھی حذف کیا ہوگا اور یہی توقع کرنی چاہئے کہ جس تابعی کا نام حذف کیا ہوگا، وہ ثقہ ہی ہوں گے؛ کیوں کہ وہ خود ثقہ ہیں اور ثقہ سے روایت کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، امام شافعیؒ کے نزدیک درج ذیل شرطوں کے ساتھ مرسل کا اعتبار ہوگا :

(۱) ارسال کرنے والے راوی اکابر تابعین میں ہوں، جیسے: سعید بن مسیب۔

(۲) وہ ثقہ راوی کا نام ہی چھوڑا کرتے ہوں۔

(۳) اگر دوسرے حفاظ و معتبر محدثین نے بھی اس مضمون کی روایت نقل کی ہو تو یہ مرسل روایت ان روایتوں کے خلاف نہ ہو۔

(۴) یہ روایت بہ سند متصل بھی نقل کی گئی ہو، یا جس کی طرف ارسال کیا گیا ہو، ان سے کسی اور راوی نے بھی مرسلاً نقل کیا ہو، یا صحابی کا قول اس کے مطابق ہو یا اکثر اہل علم کا فتویٰ اس کے موافق ہو۔

بعض کتابیں خاص طور پر مرسل روایات پر لکھی گئی ہیں، اس سلسلہ میں مراسیل ابوداؤد طیالسی (م:۲۷۵ھ) زیادہ معروف ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ مرسل کی ایک قسم ''مرسل صحابی'' بھی ہے، مرسل صحابی وہ حدیث ہے، جس کو ایک صحابی نے دوسرے صحابی سے لیا ہو، اور ان کا نام ذکر نہ کیا ہو، جیسے حضرت عائشہؓ سے مروی ہے :

أول مابدئ به رسول الله صلى الله عليه وسلم من الوحي الرؤيا الصالحة ـ (۱)

ظاہر ہے کہ آپ پر وحی کا آغاز اس وقت ہوا، جب حضرت عائشہؓ پیدا بھی نہ ہوئی تھیں، تو یقیناً اس میں کسی راوی کا نام محذوف ہے۔

اس پر اتفاق ہے کہ صحابہ کی مراسیل معتبر اور حجت ہیں۔

تمرینی سوالات

(۱) حدیث کے ضعیف ہونے کے بنیادی اسباب کیا ہیں؟

(۲) سند میں انقطاع کے اعتبار سے ضعیف حدیث کی کیا قسمیں ہیں؟

(۳) حدیث منقطع اور معضل میں کیا فرق ہے؟ تعریف اور مثال سے واضح کرو۔

(۴) حدیث معلق کسے کہتے ہیں اور معتبر ہیں یا نہیں؟

(۵) حدیث مرسل کی تعریف کیجئے اور بتائیے کہ اس کے معتبر ہونے اور نہ ہونے میں کیا اختلاف ہے، نیز امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کن شرطوں کے ساتھ حدیث مرسل معتبر ہوتی ہے؟

(۶) مراسیل صحابہ کا کیا حکم ہے؟

تدلیس

بعض دفعہ راوی کا نام اس طرح حذف کر دیا جاتا ہے کہ اس کا اندازہ نہ ہو پائے، اس کو ''تدلیس'' کہتے ہیں — تدلیس کی دو قسمیں ہیں :

اول : تدلیس اسناد — اس کی دو صورتیں ہیں :

(الف) راوی اپنے شیخ کا نام حذف کر کے شیخ کے شیخ سے روایت نقل کرے، جس سے اس کا سماع ثابت ہو؛ لیکن خاص اس روایت کا اس سے سماع نہ ہو، جیسے :

(۱) بخاری، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر: ۳۔

ما أخرجه الحاکم بسنده إلی علی بن خَشْرَم قال :
قال لنا ابن عیینه : عن الزهری ، فقیل له :
سمعته من الزهری ؟ فقال : لا ولا لمن سمعه ، من
الزهری ''حدثنی عبد الرزاق عن معمر عن
الزهری''۔

(ب) یا واسطہ حذف کر کے جس شخص سے روایت نقل کر رہا ہو، وہ اس کا معاصر ہو؛ مگر دونوں میں ملاقات نہ ہوئی ہو، بعض حضرات اس صورت کو''ارسال خفی'' سے تعبیر کرتے ہیں۔

''ارسال خفی'' کی مثال ابن ماجہ کی یہ روایت ہے :

عمر بن عبد العزیز عن عقبہ بن عامر عن النبی
صلی الله علیه وسلم أنه قال : رحم الله حارس
الحرس۔ (۱)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی عقبہ سے ملاقات نہیں ہوئی ہے؛ حالاں کہ دونوں ہم عصر ہیں۔

دوم : تدلیس تسویہ —— یعنی یہ کہ روایت میں دو ثقہ راویوں کے درمیان کوئی ضعیف راوی ہو، اس ضعیف راوی کا ذکر نہ کیا جائے ، اس کو''تدلیس تسویہ'' کہا جاتا ہے، یہ تدلیس کی بدترین صورت ہے، بقیہ بن ولید —— جو ابوداؤد اور ترمذی کے راویوں میں ہیں —— اس کے لئے معروف ہیں۔

''تدلیس'' کرنے والے کو''مُدلس'' کہتے ہیں ، مدلِّس ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے، جس میں''سماع'' کی صراحت نہیں ہوتی؛ لیکن براہ راست سننے کا وہم پیدا ہوتا ہے —— یہ تعبیر دو ہے، تعبیر کے لحاظ سے اس کو''معنعن'' اور''مؤنن'' کہتے ہیں :

معنعن : وہ روایت ہے جو''عن'' کے صیغہ سے ذکر کی گئی ہو، جیسے عن فلاں عن فلاں۔

(۱) ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب فضل الحرس والتکبیر الخ، حدیث نمبر:۲۷۶۹۔

مؤنن : وہ روایت ہے جو ''ان فلانا قال'' کے صیغہ سے کی گئی ہو، جیسے: حدثنا فلان اَن فلانا قال۔

تدلیس اور مدلس کا حکم

● مدلس کی روایت اس وقت تک معتبر نہ ہوگی، جب تک کہ وہ سماع کی صراحت نہ کردے۔

● اگر راوی مدلس نہ ہو تو امام مسلم اور اکثر محدثین کے نزدیک روایت معتبر ہونے کے لئے شرط ہے کہ راوی اور اس کے شیخ کے درمیان معاصرت پائی جاتی ہو اور امام بخاری کے نزدیک کم سے کم ایک بار ان دونوں کے درمیان ملاقات کا ثابت ہونا بھی ضروری ہے۔

● تدلیس کی دونوں صورتیں مکروہ ہیں اور تدلیس تسویہ کی صورت میں زیادہ کراہت ہے؛ کیوں کہ اس میں کھلا ہوا دھوکہ ہے؛ بلکہ بعض محدثین کے نزدیک ایسے شخص کی روایت مطلقاً ناقابل اعتبار ہوگی۔

تدلیس شیخ : تدلیس کی ایک صورت وہ ہے جس میں راوی کا نام حذف نہیں کیا جاتا ہے؛ بلکہ اپنے شیخ کا ایسے نام سے ذکر کیا جاتا ہے جو معروف نہیں ہے، اس کو 'تدلیس شیخ' کہا جاتا ہے، جیسے: ابوبکر بن مجاہد کہتے ہیں: ''حدثنا عبداللہ بن ابی عبداللہ'' یہاں ''عبداللہ بن ابی عبداللہ'' سے امام عبداللہ بن ابی داؤد سجستانی مراد ہیں۔

تدلیس کی اس صورت کا حکم مدلس کی نیت پر موقوف ہے، اگر اس کا شیخ ضعیف ہو اور شیخ کے ضعیف ہونے کو چھپانا مقصود ہو تو حرام ہے، اگر اس لئے تدلیس کرتا ہو کہ اس کا شیخ ضعیف تو نہ ہو، مگر کم عمر ہو تو مکروہ ہے اور کسی مذموم ارادہ کے تحت تدلیس نہ کی ہو تو مکروہ نہیں۔

مدلس راویوں پر کتابیں

جن راویوں کا تدلیس کرنا ثابت ہے، محدثین نے ان راویوں کے اسماء بھی جمع کئے ہیں، اس سلسلہ میں چند اہم کتابیں یہ ہیں :

● التبیین لاسماء المدلسین　:　خطیب بغدادی (م: ۴۶۳ھ)
● التبیین لاسماء المدلسین　:　برہان الدین حلبی (م: ۸۴۱ھ)
● طبقات المدلسین　:　ابن حجر عسقلانی (م: ۸۵۲ھ)
● اسماء المدلسین　:　جلال الدین سیوطی (م: ۹۱۱ھ)

تمرینی سوالات

(۱) تدلیس کسے کہتے ہیں؟
(۲) تدلیس کی کتنی قسمیں ہیں؟
(۳) تدلیس تسویہ کسے کہتے ہیں اور ایسے مدلس راوی کی روایت کا کیا حکم ہے؟
(۴) تدلیس شیخ سے کیا مراد ہے؟ اور اس کا کیا حکم ہے؟
(۵) بقیہ بن ولید کس قسم کی تدلیس میں معروف ہیں؟
(۶) معنعن اور مؤنن کی تعریف کرو اور کتب حدیث سے اس کی ایک ایک مثال نکالو؟
(۷) معنعن اور مؤنن کے قبول کئے جانے کے لئے کیا شرط ہے؟

وصف راوی کے اعتبار سے ضعیف روایتیں

تم پڑھ چکے ہو کہ سند کے اعتبار سے روایت کے مقبول ہونے کے لئے راوی کا عادل وضابط ہونا ضروری ہے؛ اس لئے وہ اوصاف جو راوی کے عادل یا قوی الحفظ ہونے کے منافی ہوں، روایت کے قبول کئے جانے میں مانع ہوتے ہیں، آگے ان اوصاف کا ذکر آئے گا، راوی میں ان اوصاف کے پائے جانے کی وجہ سے جو روایتیں ضعیف ہوتی ہیں، ان کی بہت سی قسمیں ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں :

(۱) موضوع۔　(۲) متروک۔　(۳) مُنکَر۔　(۴) شاذ۔
(۵) مُضطَرِب۔　(۶) معلل۔　(۷) مُدرَج۔

موضوع : وہ روایت ہے کہ جس کی غلط طور پر رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کر دی گئی ہو۔

روایت کے ''موضوع'' ہونے کا علم کبھی خود راوی کے اقرار واعتراف سے ہوتا ہے اور کبھی دوسرے قرائن سے، مثلاً راوی کے بارے میں کسی اور روایت میں جھوٹ بولنا ثابت ہو، یا خود روایت کے الفاظ اور مضمون سے اندازہ ہو جائے کہ یہ کلام رسول نہیں ہوسکتا۔

وضع روایت کا کام مختلف طبقوں نے کیا ہے، بد دین لوگوں نے اپنے عقائد کی تائید میں، کسی خاص سیاسی گروہ سے تعلق رکھنے والوں نے اپنے پیشوا کی فضیلت اور فریق مخالف کی مذمت میں، خوشامدی اور خودغرض درباریوں نے بادشاہوں کی خوشامد میں، غیر محتاط مقررین نے اپنی تقریر میں رنگ پیدا کرنے کے لئے، جاہل مشائخ وصوفیاء نے ترغیب وترہیب کی غرض سے، بعض دفعہ مشہور ائمہ حدیث کے خدا ناترس شاگردوں، املا نویسوں اور بعض محدثین کے لڑکوں نے بھی روایات وضع کر کے اپنے شیخ یا والد کی طرف منسوب کی ہیں، جیسے سفیان بن وکیع نے وکیع بن جراح کی طرف اور حماد بن ابی سلمہ کے پروردہ ابن ابی العوجاء نے حماد کی طرف نسبت کر کے روایتیں وضع کیں۔

حکم : وضع حدیث اکبر کبائر اور شدید گناہ ہے اور حدیث کی کیفیت بیان کئے بغیر ایسی روایت کا نقل کرنا بھی جائز نہیں۔

جہاں کچھ بد دین لوگوں نے وضع حدیث جیسے جرم کا ارتکاب کیا، وہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے محدثین اور اسماء رجال کے ماہرین کی ایسی جماعت بھی پیدا فرمائی، جس نے نہایت محنت وکاوش اور خداداد خصوصی صلاحیت سے کسی مروت اور طرفداری کے بغیر ایسے راویوں اور روایتوں کی حقیقت کو لوگوں کے سامنے کھول کر رکھ دیا، فرحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ۔

عام مسلمانوں کو موضوع روایات کے فتنہ سے بچانے کے لئے اہل علم نے موضوع روایتوں کے بہت سے مجموعے مرتب کئے ہیں، جن میں سے کچھ اہم کتابیں یہ ہیں :

کتاب الموضوعات : ابن الجوزی (م:۵۹۷ھ) ــــ لیکن مؤلف کو ''موضوع'' کا حکم لگانے میں متساہل سمجھا گیا ہے۔

اللائی المصنوعہ : جلال الدین سیوطی (م:۹۱۱ھ) ــــ اس میں ابن جوزی پر استدراک بھی ہے اور بعض روایات کا اضافہ بھی ہے۔

تذکرۃ الموضوعات : طاہر پٹنی (۹۸۶ھ) ــــ مؤلف نے کتاب کے شروع میں وضع کی علامات پر بھی گفتگو کی ہے۔

سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ : ناصر الدین البانی (م:۱۴۲۰ھ) ــــ مؤلف کو احادیث پر ضعف کا حکم لگانے میں بہت غلو ہے؛ اس لئے عام طور پر معتبر علماء حدیث نے ان کی آراء کو قابل اعتناء نہیں سمجھا ہے۔

متروک : جس راوی کا خاص طور پر حدیث کے بیان کرنے میں تو جھوٹ بولنا ثابت نہ ہو؛ لیکن دوسرے اُمور میں اس پر جھوٹ بولنے کی تہمت ہو، اس کی روایت متروک کہلاتی ہے۔

منکر : دو طرح کی روایت منکر کہلاتی ہے۔

اول : اس شخص کی روایت جو فسق میں مبتلا ہو، یا روایت کے سننے اور نقل کرنے میں بہ کثرت غفلت کرتا ہو، یا کھلی ہوئی غلطی کرتا ہو، جیسے :

ابو زُکَیر یحییٰ بن محمد بن قیس عن هشام بن
عروه عن ابیه عن عائشه مرفوعاً :''کلوا البلح
بالتمر فان ابن آدم إذا أكله غضب الشيطان''۔(۱)

دوم : راوی خود ضعیف ہو اور اس کی روایت دوسرے ثقہ راوی کی روایت کے خلاف بھی ہو، اس صورت میں ثقہ راوی کی روایت کو ''معروف'' کہا جاتا ہے۔

جیسے: ابن ابی حاتم کی روایت ہے :

---

(۱) نسائی فی الکبریٰ، کتاب الولیمہ، حدیث نمبر:۶۶۹۰۔

حُبیب بن حَبیب الزیات عن ابی اسحاق عن العَیزار حُرَیث عن ابن عباس عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم : من اقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ وحج البیت وصام وقری الضیف دخل الجنۃ ۔ (۱)

حبیب ضعیف راوی ہیں اور انھوں نے اس روایت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا ہے، جب کہ دوسرے ثقہ راویوں نے عبداللہ بن عباسؓ کے قول کی حیثیت سے نقل کیا ہے، تو اب یہ روایت مرفوعاً ''منکر'' اور موقوفاً ''معروف'' ہوگی۔

حکم : ایسی روایات کا اعتبار نہیں اور ''موضوع'' کے بعد اس کا ضعف سب سے بڑھا ہوا ہے۔

شاذ : وہ حدیث ہے جس کو ثقہ راوی نے متعدد ثقہ راویوں کی روایتوں سے مختلف نقل کیا ہو، یہ ''مخالفت'' حدیث کے متن میں بھی ہوسکتی ہے، جیسے ترمذی کی روایت :

عبد الواحد بن زیاد عن الاعمش عن أبی صالح عن أبی ھریرۃ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا صلی احدکم رکعتی الفجر فلیضطجع عن یمینہ ۔ (۲)

کہ اس روایت میں فجر کے بعد لیٹنے کا حکم ہے اور حدیث قوی ہے اور عبدالواحد کے برخلاف متعدد ثقہ راویوں نے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی حیثیت سے حدیث فعلی کی صورت میں نقل کیا ہے :

عمرو بن شمر الجعفی الکوفی عن جابر ابی الطفیل عن علی وعمار قالا : کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقنت فی الفجر ویکبر یوم عرفۃ من صلوٰۃ الغداۃ

---

(۱) معجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر: ۱۲۶۹۲۔

(۲) ترمذی، باب ماجاء فی الاضطجاع بعد رکعتی الفجر، حدیث نمبر: ۴۲۰۔

ویقطع صلوٰۃ العصر آخر ایام التشریق۔

عمرو بن شمر کی وجہ سے یہ روایت متروک ہے۔

اور مخالفت سند میں بھی ہوسکتی ہے، جیسے :

حماد بن زید عن عمرو بن دینار عن عوسجۃ ان رجلا توفی علی عهد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لم یدع وارثا إلا مولی هو اعتقه۔ (۱)

حماد خود ثقہ راوی ہیں؛ لیکن دوسرے ثقہ راویوں نے عوسجہ کے بجائے عمرو بن عوسجہ کا ذکر کیا ہے اور آپ سے روایت کرنے والے صحابی کی حیثیت سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا ذکر کیا ہے۔

''شاذ'' کے مقابل متعدد راویوں کی روایت کو ''محفوظ'' کہتے ہیں، پس ان مثالوں میں عبدالواحد اور حماد کی روایت شاذ اور اس کے مقابل روایت ''محفوظ'' ہے۔

حکم : منکر اور شاذ روایتیں معروف اور محفوظ کے مقابلہ معتبر نہیں ہیں، اسی طرح فسق و کثرت غفلت میں جو راوی مبتلا ہو اس کی روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔

مضطرب : وہ روایت ہے جس کو متضاد طریقوں پر نقل کیا جائے، چاہے یہ تضاد متن میں پایا جائے، یا سند میں۔

متن میں اضطراب کی مثال فاطمہ بنت قیس کی روایت ہے، جو ترمذی میں منقول ہے: ''ان فی المال حقا سوی الزکوٰۃ'' اور اسی روایت کو ابن ماجہ نے اس طرح روایت کیا ہے: ''لیس فی المال حق سوی الزکوٰۃ'' اور دونوں ''شریک عن ابی حمزۃ عن الشعبی عن فاطمۃ'' کی سند سے منقول ہے۔

سند میں اضطراب کی مشہور مثال حدیث: ''شیبتنی هود واخواتها'' ہے، اس کے راوی ابواسحاق ہیں؛ لیکن ابواسحاق کے بعد اس روایت کی سند میں سخت اختلاف ہے :

(۱) ترمذی، ابواب الفرائض، حدیث نمبر: ۲۱۰۶۔

- ابواسحاق عن عکرمۃ عن ابی بکر۔
- ابواسحاق عن عکرمۃ عن ابن عباس عن ابی بکر۔
- ابواسحاق عن ابی جحیفۃ عن ابی بکر۔
- ابواسحاق عن براء عن ابی بکر۔
- ابواسحاق عن ابی میسرۃ عن ابی بکر۔
- ابواسحاق عن مسروق عن عائشۃ عن ابی بکر۔
- ابواسحاق عن علقمۃ عن ابی بکر۔
- ابواسحاق عن عامر بن سعد عن ابی بکر۔
- ابواسحاق عن ابی الاحوص عن ابن مسعود۔

حکم : مضطرب کا حکم یہ ہے کہ اگر ترجیح یا تطبیق ممکن ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو گو راوی ثقہ ہوں، حدیث ضعیف سمجھی جائے گی؛ کیوں کہ اضطراب اس بات کی دلیل ہے کہ راوی نے حدیث کو محفوظ رکھنے میں کوتاہی کی ہے۔

تمرینی سوالات

(۱) موضوع کسے کہتے ہیں اور کسی اور روایت کا موضوع ہونا کس طرح معلوم ہوسکتا ہے؟
(۲) واضعین کس مقصد کے لئے روایتیں وضع کیا کرتے تھے؟
(۳) متروک کی تعریف کرو؟
(۴) کس کس نوعیت کی روایت کو منکر کہتے ہیں اور منکر کے مقابل روایت کیا کہلاتی ہے؟
(۵) وضع حدیث اور موضوع روایت کا کیا حکم ہے؟
(۶) شاذ اور محفوظ کی تعریف کرو۔
(۷) متن اور سند کے اعتبار سے شاذ کی مثالیں دو؟
(۸) مضطرب کسے کہتے ہیں اور سند و متن میں اضطراب کی مثال کیا ہے؟
(۹) مضطرب کا کیا حکم ہے؟

معلل : وہ حدیث ہے جس کی سند بہ ظاہر قوی نظر آتی ہو؛ لیکن اس کی سند یا متن میں کوئی ایسی پوشیدہ خامی پائے جائے، جس سے اہل فن ہی واقف ہوسکیں، جیسے حضرت انسؓ سے مروی ہے :

صلیت خلف النبی وابی بکر و عمر و عثمان فکانوا یستفتحون بالحمد للّٰہ رب العالمین ۔ (۱)

قتادہ نے بھی حضرت انسؓ سے یہ روایت نقل کی ہے، مگر قتادہؒ کی روایت میں اضافہ ہے :

فلم یکونوا یستفتحون القراءۃ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۔ (مسند احمد، حدیث نمبر:۲۰۵۵۹)

اہل فن کا خیال ہے کہ اصل میں حدیث کے اصل الفاظ وہی ہیں ، جو اول الذکر روایت میں مذکور ہیں، اب چوں کہ قتادہ نے اس کا مطلب یہ سمجھا کہ آپ شروع میں ''بسم اللہ'' نہ پڑھا کرتے تھے؛ اس لئے اپنے گمان کے مطابق یہ تشریحی فقرہ بڑھا دیا اور بعد کے راویوں نے اس کو اس طرح نقل کیا کہ گویا یہ بھی حدیث ہی کا ایک حصہ ہے۔

سند میں علت کی مثال یہ ہے کہ حدیث ''البیعان بالخیار مالم یتفرقا'' کو یعلی بن عبید نے بواسطہ سفیان ثوری عمرو بن دینار سے نقل کیا ہے؛ لیکن سفیان کے دوسرے تمام تلامذہ نے عمرو بن دینار کی جگہ عبداللہ بن دینار کا نام لیا ہے؛ اس لئے اہل فن کا خیال ہے کہ عمرو اور عبداللہ کے والد کے نام میں اشتراک اور دونوں کے ہم زمانہ ہونے کی وجہ سے یعلی کو مغالطہ ہوا ہے، (۲) ـــــ حدیث معلل کو ''حدیث معلول'' بھی کہا جاتا ہے۔

اگر متن میں علت ہو اور معنی میں تبدیلی پیدا ہوتی ہو تو اس معلول روایت کا اعتبار نہیں، جیسا کہ حضرت انس کی روایت بہ سند قتادہ، اگر سند میں علت ہو اور ایک راوی کی جگہ دوسرے ایسے راوی کا ذکر کر دیا ، جو اوصاف رد و قبول کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہو تو معلول روایت معتبر نہیں ہوگی اور اگر ایک ثقہ راوی کی جگہ دوسرے ثقہ راوی کا نام لے لیا تو اصل متن معتبر و صحیح ہوگا، جیسا کہ عبداللہ بن دینار کی جگہ عمرو بن دینار؛ کیوں کہ یہ دونوں ہی ثقہ ہیں۔

(۱) مسلم، باب حجۃ من قال لا یجھر بالبسملۃ، حدیث نمبر:۳۹۹۔

(۲) تدریب الراوی:۱/۲۱۳۔

علت حدیث پر کتابیں

احادیث کی علت کا علم ایک مشکل فن ہے؛ اس لئے متعدد علماء نے اس موضوع پر قلم اُٹھایا ہے، ان میں سے چند اہم کتابیں یہ ہیں :

- کتاب العلل : ابن المدینیؒ (م: ۲۳۴ھ)
- العلل : محمد بن اسماعیل بخاریؒ (م: ۲۵۶ھ)
- علل الحدیث : ابن ابی حاتمؒ (م: ۳۲۷ھ)
- العلل ومعرفة الرجال : احمد بن حنبلؒ (م: ۲۴۱ھ)
- العلل الکبیر / العلل الصغیر : ابوعیسیٰ ترمذیؒ (م: ۲۷۹ھ)
- العلل الوارده فی الاحادیث النبویہ: علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان بن دینار البغدادی الدارقطنیؒ (م: ۳۸۵ھ)۔
- الزہر المطلول فی الخبر المعلول : ابن حجر عسقلانیؒ (م: ۸۵۲ھ)

مُدْرَج

الفاظ حدیث سے متصل راوی کا کوئی کلام بڑھا دینا ''اِدراج'' ہے اور اضافہ شدہ کلام ''مدرج'' ہے، ادراج کبھی کسی لفظ کی تشریح کے لئے کیا جاتا ہے، جیسے زہری کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت :

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتحنث فی حراء وھو التعبد اللیالی ذوات العدد ۔ (۱)

اس میں ''ھو التعبد الخ '' زہری کا ادراج ہے اور مقصود ''تحنث'' کی تشریح ہے۔

اور کبھی راوی، حدیث سے مستنبط ہونے والے مسئلہ کو بیان کرتا ہے، جیسے خطیب نے ابوقطن اور شبابہ کے واسطہ سے روایت کیا ہے :

(۱) بخاری، باب کیف کان بدء الوحی اِلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر: ۳۔

عن شعبة عن محمد بن زياد عن ابي هريرة قال :
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اسبغوا الوضوء
ويل للاعقاب من النار۔

اس میں محققین کا خیال ہے کہ '' اسبغوا الوضوء'' حضرت ابوہریرہؓ کا ادراج ہے ؛ کیوں کہ بخاری میں یہ روایت اس طرح آئی ہے :

عن آدم عن شعبه عن محمد بن زياد عن ابي هريرة
قال : اسبغوا الوضوء ، فان ابا القاسم صلى الله
عليه وسلم قال : ''ويل للاعقاب من النار'' ۔ (۱)

تنبیہ : بلا وضاحت اس طرح '' ادراج'' کہ حدیث سے اس کلام کا علاحدہ ہونا معلوم نہ ہو سکے، درست نہیں؛ البتہ بعض حضرات نے لغوی معنی کی تشریح کے لئے اجازت دی ہے، مدرج چوں کہ راوی کی ذاتی رائے ہوتی ہے؛ اس لئے حجت نہیں ہے۔

مدرج پر سب سے اہم کتاب خطیب بغدادی (م : ٤٦٣ھ) کی '' الفصل للوصل المدرج فی النقل'' ہے، حافظ ابن حجر نے اس کی تلخیص کی ہے اور اس تلخیص کی تلخیص علامہ سیوطی نے کی ہے۔

تمرینی سوالات

(۱) معلل کسے کہتے ہیں؟
(۲) معلل کی مثال دیجئے؟
(۳) معلل کا دوسرا نام کیا ہے؟
(٤) مدرج کسے کہتے ہیں؟
(۵) مدرج کا کیا حکم ہے؟

---

(۱) بخاری، کتاب الوضوء، باب غسل الاعقاب، حدیث نمبر: ١٦۵۔

اسبابِ طعن

پڑھ چکے ہو کہ راوی کا عادل اور ضابطہ ہونا ضروری ہے، جو اوصاف راوی کے عادل نہ ہونے یا اس کے حفظ کے متاثر ہونے کو بتاتے ہوں، وہ ''اسبابِ طعن'' کہلاتے ہیں، یہ کل دس ہیں: ''کذب، کذب سے متہم ہونا، فسق، بدعت، جہالت، فحش غلط، کثرتِ غفلت، وہم، ثقہ راویوں کی مخالفت اور سوءِ حفظ۔

ان میں سے پہلے پانچ اسباب کا تعلق راوی کے عادل ہونے سے ہے اور دوسرے پانچ اسباب کا راوی کے ضبط کی صلاحیت سے ہے۔

کذب : کذب سے یہ مراد ہے کہ راوی کا روایت سے حدیث میں جھوٹ بولنا ثابت ہو، ایسے راوی کی حدیث ''موضوع'' کہلاتی ہے، جیسے: میسرہ بن عبد ربہ(۱) اور نوح بن اَبی مریم۔(۲)

تہمت کذب : یعنی راوی سے کلام الناس میں جھوٹ بولنا ثابت ہو، اس کی روایت کو ''متروک'' کہتے ہیں، جیسے: عمرو بن شمر عن جابر الجعفی عن حارث عن علی۔

اس سند میں عمرو، جابر اور حارث، تینوں محدثین کے نزدیک مجروح اور متہم بالکذب ہیں۔

فسق : کبائر کے ارتکاب اور صغائر پر اصرار سے آدمی فاسق ہوجاتا ہے، جب تک کہ توبہ نہ کرلے۔

بدعت : دین میں ایسی بات کا اضافہ کرنے کو کہتے ہیں، جو کتاب وسنت اور عہد صحابہ میں ثابت نہ ہو۔

اگر بدعت کفر کے درجہ کی ہو تو اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی، اگر اس درجہ کی نہ ہو تو ایسے شخص کی روایت اس وقت نامقبول ہوگی، جب کہ وہ جھوٹ بولنے کو درست سمجھتا ہو،

---

(۱) کتاب الضعفاء والمتروکین، ابن الجوزی: ۱۵۱/۳۔

(۲) تقریب التہذیب: ۳۰۹/۳۔

یا دھوکہ دینے کو جائز سمجھتا ہو اور اپنے مذہب کی طرف دعوت دیتا ہو، اگر یہ دونوں باتیں نہ پائی جائیں اور اس کی بدعت کفر کے درجہ کی نہ ہو، نیز اس کے ظاہری حالات صالحین کی طرح ہوں، تو اس کی روایت قبول کی جائے گی، جیسے: اسماعیل بن ابان کہ یہ امام بخاری کے شیوخ میں ہیں اور ان پر تشیع کا شبہ کیا گیا ہے، یا ''ابان بن تغلب ربعی''، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کے رجال میں ہیں اور ان کو امام ذہبی اور ابن عدی وغیرہ نے شیعہ قرار دیا ہے، صحاح ستہ میں ایسے (۱۴۱) راوی موجود ہیں، جن پر بدعت کی تہمت لگائی گئی ہے۔

جہالت : راوی کے مجہول ہونے کی تین صورتیں ہیں: مجہول العین، مجہول الحال، مبہم۔

مجہول العین : وہ ہے جس سے صرف ایک ہی راوی نے روایت کی ہو، جیسے: عامر بن شَہر، وہب بن خَنبَش — ایسے شخص کی روایت اکثر محدثین کے نزدیک غیر معتبر ہے۔

مجہول الحال : وہ ہے جس کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ وہ ثقہ ہے، یا غیر ثقہ؟ ایسے شخص کی روایت کے سلسلہ میں اس وقت تک توقف کیا جائے گا، جب تک کہ اس کے بارے میں تحقیق نہ ہو جائے، جیسے: ہانی بن قیس کوفی، (۱) مجہول الحال راوی کو 'مستور' بھی کہا جاتا ہے۔

مجہول ہی کی ایک صورت وہ ہے، جس کو اصطلاح میں 'مبہم' سے تعبیر کیا جاتا ہے — یعنی جس میں راوی کا نام ہی ذکر نہ کیا جائے، جیسے: عن رجل — جب تک ایسے راوی کا نام دوسری روایات کی مدد سے معلوم نہ ہو جائے اور اس کا ثقہ ہونا متعین نہ ہو جائے، اس کی روایت معتبر نہیں ہوگی :

حدثنی فلان أو أخبرنی فلان ۔ (۲)

مجہول و مبہم راویوں پر مشتمل مرویات کے سلسلہ میں متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں، جن میں سے چند اہم کتابیں یہ ہیں :

---

(۱) تقریب التہذیب: ۲/ ۵، ۳۔

(۲) الالماع إلی معرفۃ أصول الروایۃ: ۱/ ۹۱۔

- کتاب الوحدان : امام مسلم (م:٢٦١ھ)
- موضح اوھام الجمع والتفریق : خطیب بغدادی (م:٤٦٣ھ)
- الاسماء المبہم فی الانباء المحکمة : خطیب بغدادی (م:٤٦٣ھ)
- المستفاد من مبہمات المتن والاسناد : زین الدین عراقی (م:٨٢٦ھ)

فحش غلط وکثرت غفلت

روایت میں بہ کثرت غلطی اور روایت کے سننے اور نقل کرنے میں غفلت کا پایا جانا سوء حفظ کی علامت ہے، اس لئے ایسے راویوں کی روایت بھی مقبول نہیں، ان کی روایت کو 'مُنکَر' کہا جاتا ہے، ایسے ہی راویوں میں بشر بن عمارہ ہیں۔(١)

وہم

وہم سے مراد یہ ہے کہ راوی روایت کی سند یا متن میں وہم کا شکار ہو جاتا ہو، جیسا کہ یَعْلی بن عبید اور ہَشام بن حُجَیر مکی کے بارے میں علماء اسماء رجال نے کہا ہے، (٢) دوسرے راویوں کی مخالفت اور دیگر قرائن سے حدیث کے نقل کرنے میں راوی کا وہم ظاہر ہوتا ہے، جس روایت میں وہم پیش آیا ہو، اس کو ''معلل'' کہتے ہیں، اگر اس روایت کا متن ایک ہی سند سے مروی ہو، تو وہم کی وجہ سے وہ روایت مقبول باقی نہیں رہتی اور اگر متعدد طرق سے منقول ہو (اور اکثر معلل حدیثیں اسی طرح کی ہوتی ہیں) تو روایت کا اصل متن معتبر ہوگا۔

مخالفت ثقات

ثقہ راوی متعدد ثقہ راویوں کے خلاف روایت نقل کرتا ہو، تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس راوی نے روایت یاد رکھنے میں غلطی کی ہے؛ اس لئے متعدد ثقہ راویوں کی روایت کو ترجیح ہوگی، — پڑھ چکے ہو کہ ایسی صورت میں راجح روایت کو 'محفوظ' اور مرجوح کو 'شاذ' کہتے ہیں۔

---

(١) کتاب الضعفاء للنسائی: ١/ ٢٣۔

(٢) دیکھئے: تدریب الراوی: ١/ ٢١٣، تقریب التہذیب: ٢/ ٧، ٣۔

زیادتِ ثقہ

بعض اوقات ایک ہی روایت دو ثقہ راویوں سے منقول ہوتی ہے اور ایک روایت میں ایسا اضافہ ہوتا ہے جو دوسری روایت میں نہیں ہوتا، اس اضافہ کو ''زیادتِ ثقہ'' کہتے ہیں، زیادت ثقہ سند میں بھی ہوتی ہے، جیسے حدیث: ''الارض کلھا مسجد الا المقبرۃ والحمام'' کہ یہ دو طرح منقول ہے :

(۱) حماد بن سلمۃ عن عمرو بن یحییٰ عن ابیہ عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ۔

(۲) سفیان ثوری عن عمرو بن یحییٰ عن ابیہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ۔

پہلی سند متصل ہے' دوسری سند مرسل' اور حماد وسفیان دونوں ثقہ ہیں ؛ البتہ سفیان بہ مقابلہ حماد کے اوثق ہیں۔

اور زیادت متن میں بھی ہوتی ہے، جیسے کتے کے جھوٹے برتن کو دھونے والی روایت میں ''علی بن مُسْہِر عن الاعمش عن ابی صالح وابی رَزِین عن ابی ہریرۃ'' کی سند میں ''فلیرقہ'' کا اضافہ ہے، اعمش کے دوسرے تلامذہ نے یہ اضافہ نقل نہیں کیا ہے اور علی بن مسہر ثقہ راویوں میں ہیں۔

''زیادتِ ثقہ'' اگر دوسرے ثقہ راویوں کی روایت سے منافی اور اس سے متعارض ہے تو وہ معتبر نہیں اور اگر منافی نہیں ہے تو معتبر ہے۔

سوءِ حفظ

سوءِ حفظ سے مراد حافظہ کا اس درجہ کمزور ہونا ہے کہ راوی کا حفظ وضبط اس کی خطاء کے مقابلہ غالب نہ ہو ــــ سوءِ حفظ کی دو صورتیں ہیں :

(۱) خلقی طور پر ہی حافظہ کمزور ہو۔

(۲) بیماری، کبرسنی، بصارت کے ضائع ہوجانے یا تحریری یاداشت کے ضائع ہوجانے کی وجہ سے یاد کی ہوئی یا لکھی ہوئی روایت صحیح طور پر یاد نہ رہے۔

اس دوسری قسم کے سئی الحفظ راوی کو مُختَلِط کہا جاتا ہے اور اس کی اختلاط سے پہلے کی روایات معتبر نہیں ہوتیں، جیسے: مشہور راوی قاضی ابن لہیعہ ہیں کہ ان کا مکان اور کتابیں جل گئی تھیں، اس کے بعد نقل روایت میں غلطی کرنے لگے، اسی طرح عطاء بن سائبہ، ابواسحاق اور ابن عودبہ وغیرہ کا شمار بھی مختلط رواۃ میں ہے۔

تمرینی سوالات

(۱) عدالت سے متعلق اسباب کیا کیا ہیں؟

(۲) قوتِ حفظ سے متعلق اسباب کیا ہیں؟

(۳) کذب اور تہمت بالکذب میں کیا فرق ہے؟

(۴) بدعت کب قبول حدیث میں مانع ہے؟

(۵) مجہول العین، مجہول الحال اور مبہم میں کیا فرق ہے اور مستور کسے کہتے ہیں؟

(۶) جس روایت میں وہم ہو اس کو کیا کہتے ہیں؟

(۷) متن اور سند میں زیادت ثقہ کی مثالیں دیں؟

جرح وتعدیل

حدیث کا سند کے اعتبار سے معتبر وغیر معتبر ہونا راوی کی حالت پر موقوف ہے اور ان کا ثقہ یا غیر ثقہ ہونا اہل فن کی شہادت سے معلوم ہوتا ہے، اہل فن کی اس اطلاع کو ''جرح وتعدیل'' کہتے ہیں، راوی کو ثقہ قرار دینا تعدیل ہے اور غیر ثقہ قرار دینا جرح ہے، تعدیل میں جتنی قوت ہوگی، راوی اتنا ہی زیادہ قابل اعتماد تصور کیا جائے گا، جرح جتنی شدید ہوگی، اسی نسبت سے راوی ضعیف سمجھا جائے گا، اسی لئے تعبیر کی کیفیت اور جرح اور تعدیل کی عبارت کے اعتبار سے جرح وتعدیل کے درجات بیان کئے گئے ہیں۔

راوی کی ثقاہت بیان کرنے کے لئے جو تعبیرات اختیار کی جاتی ہیں، وہ اور ان کے درجات اس طرح ہیں :

(۱) کسی کوثقاہت میں تمام لوگوں پرفوقیت دی جائے، جیسے کہا جائے :

أرضی الناس ، أثبت الناس ، لا نظیر له ۔

(۲) تعدیل کے الفاظ مکرر کہے جائیں، جیسے: ثقہ ثقہ، ثبت حجۃ، ثقہ ضابط ۔

(۳) بلا تاکید توثیق کی جائے، جیسے: ثقہ، ثبت، حجۃ ۔

(۴) توثیق کے معمولی الفاظ استعمال کئے جائیں، جیسے: مامون، لیس بہ باس ۔

(۵) ایسی تعبیر جو جرح سے قریب ہو، جیسے :

فلان شیخ ، صالح الحدیث ، مقارب الحدیث ،

یُکْتَب حدیثه ، لیس ببعید عن الصواب ۔

اسی طرح جرح کے بھی درجات ہیں :

(۱) مبالغہ کے ساتھ جرح، جیسے :

فلان کذاب ، الیه المنتهی فی الکذب وغیره ۔

(۲) اس سے کم تر درجہ کا مبالغہ ہو، جیسے: ''فلان دجال ، فلان وضاع'' ۔

(۳) جو صیغہ مبالغہ سے خالی ہو؛ لیکن راوی پر جرح شدید ہو، جیسے :

متهم بالکذب ، متهم بالوضع ، هالک ، متروک ،

ذاهب الحدیث ، لیس بثقة لا یعتبر به ۔

(۴) فلان رد حدیثه ، لا تحل الروایة عنه ، مردود الحدیث ، ضعیف جدا لیس بشئ ۔

(۵) فلان لا یحتج به ، ضعفوه ، مضطرب الحدیث ، له مناکیر ۔

(۶) فیه مقال ، لیس بذلک ، لیس بالحافظ ، سئ الحفظ ، فیه لین ۔

ان میں سے پانچویں اور چھٹے درجہ کے مجروح راویوں سے بہ طور تائید روایت کی جاسکتی ہے، باقی چاروں طبقات سے روایت لینا درست نہیں؛ البتہ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ کسی راوی کو ثقہ یا ضعیف قرار دینا ایک اجتہادی امر ہے؛ اسی لئے ایک ہی راوی کے بارے

میں اسماءرجال کے ماہرین کی الگ الگ رائیں منقول ہوتی ہیں، کسی خاص عالم اسناد نے کسی راوی کو ضعیف قرار دیا ہو اور دوسرے نے ثقہ، تو اس روایت کے معتبر اور نامعتبر ہونے میں اختلاف رائے ہوسکتا ہے اور اس میں ایک رائے دوسری رائے پر حجت نہیں ہوسکتی۔

جرح وتعدیل پر کتابیں

اسماءرجال پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں، جن میں سے چند اہم کتابیں یہ ہیں :

- التاریخ الکبیر (ثقہ وضعیف روات) : امام بخاری (م:۲۵۶ھ)
- الجرح والتعدیل (ثقہ وضعیف روات) : ابن ابی حاتم (۳۲۷ھ)
- الثقات (ثقہ روات) : ابن حبان (م:۳۵۴ھ)
- الکامل فی الضعفاء (ضعیف رواۃ) : ابن عدی (۳۶۵ھ)
- الکمال فی اسماء الرجال (صحاحِ ستہ): عبدالغنی مقدسی (م:۶۰۰ھ)
- تہذیب الکمال : یوسف بن الزکی المزی (۷۴۲ھ)
- تہذیب التہذیب : حافظ ابن حجر (۸۵۲ھ)
- تذہیب التہذیب : محمد بن اُحمد بن عثمان بن قایماز الذہبی (۷۴۸ھ)
- تقریب التہذیب : حافظ ابن حجر (۸۵۲ھ)
- الکاشف : محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز الذہبی (۷۴۸ھ)
- میزان الاعتدال (تمام رواۃ) : علامہ ذہبی (م:۷۴۸ھ)
- لسان المیزان : ابن حجر عسقلانی (م:۸۵۲ھ)

تمرینی سوالات

(۱) جرح وتعدیل کی تعریف کرو؟

(۲) تعدیل کے درجات بیان کریں اور مثالیں دیں؟

(۳) جرح کے درجات بیان کریں اور مثالیں دیں؟

نامقبول بہ اعتبار متن

بعض احادیث سند کے اعتبار سے معتبر ہوتی ہیں ؛ لیکن اس کا متن خارجی قرائن کی روشنی میں نا قابل قبول ہوتا ہے، یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ یا تو یہ حدیث ضعیف ہے ؛ کیوں کہ معتبر راویوں سے بھی کسی بات کو نقل کرنے میں سوء فہم کی وجہ سے غلطی ہوسکتی ہے، یا متن حدیث کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے۔

جن قرائن کی بنا پر حدیث کا متن اس کے ظاہری معنی کے ساتھ نامقبول ہوتا ہے، ان میں سے اہم اُمور یہ ہیں :

(۱) حدیث کا قرآن مجید سے متعارض ہونا۔
(۲) حدیث مشہور کے خلاف ہونا۔
(۳) راوی کا خود اس روایت پر عمل نہ کرنا۔
(۴) صحابہ نے اسے رد کر دیا ہو۔
(۵) قواعدِ شریعت کے خلاف ہو۔

قرآن مجید سے تعارض

اگر کوئی حدیث بہ ظاہر قرآن مجید سے متعارض ہو تو اگر اس کا کوئی ایسا معنی متعین کیا جاسکتا ہو کہ تعارض دور ہو جائے تو اس معنی کے لحاظ سے حدیث قبول کی جائے گی اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو حدیث رد کر دی جائے گی، جیسے :

- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے :

إن ولد الزنا شر الثلاثة ۔ (۱)

- حضرت عائشہ نے اس روایت کو رد کرتے ہوئے فرمایا :

كيف يصح هذا ؟ وقد قال الله تعالیٰ : ولا تزر وازرة وزر أخرى ۔ (۲)

---

(۱) ابوداؤد، کتاب العتق، باب فی عتق ولد الزنا، حدیث نمبر : ۳۹۶۳۔

(۲) مصنف عبدالرزاق، کتاب الطلاق، باب شر الثلاثة، حدیث نمبر : ۱۳۸۶۰۔

● حضرت فاطمہ بنت قیس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد منقول ہے :

لا نفقة ولا سکنی للمبتوتة ۔ (۱)

حالاں کہ قرآن مجید میں عدت گذارنے والی عورت کا نفقہ واجب قرار دیا گیا ہے :

اِنۡ کُنَّ اُولَاتِ حَمۡلٍ فَاَنۡفِقُوۡا عَلَیۡهِنَّ حَتّٰی یَضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ ۔ (الطلاق:۶)

اسی طرح ان کے لئے رہائش کے انتظام کا بھی حکم دیا گیا ہے :

اَسۡکِنُوۡهُنَّ مِنۡ حَیۡثُ سَکَنۡتُمۡ ۔ (الطلاق:۶)

چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس روایت کو رد کرتے ہوئے فرمایا :

لا ندع کتاب ربنا وسنة نبینا لقول إمرأة لا ندری صدقت أم کذبت وحفظت أم نسیت ۔ (۲)

حدیث مشہور کے خلاف

اگر کوئی روایت حدیث مشہور کے خلاف ہو تو وہ بھی اپنے ظاہری معنی کے مطابق مقبول نہیں ہے، جیسے :

قضاء بشاهد ویمین ۔ (۳)

یہ قرآن مجید کی آیت :

''وَاسۡتَشۡهِدُوۡا شَهِیۡدَیۡنِ مِنۡ رِّجَالِکُمۡ ''(البقرۃ:۲۸۲) کے بھی خلاف ہے اور مشہور حدیث ''البینة علی المدعی والیمین علی من انکر ''(۴) کے بھی؛ اسی لئے فقہاء احناف نے اس حدیث کی تشریح کی ہے کہ اگر مدعی کے پاس ایک ہی گواہ ہو تو پھر یمین، یعنی مدعا علیہ کی یمین پر فیصلہ کیا جائے گا۔

---

(۱) مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة ثلاثا، حدیث نمبر: ۱۴۸۰۔

(۲) مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة ثلاثا، حدیث نمبر: ۱۴۸۰۔

(۳) ترمذی، باب ماجاء فی الیمین مع الشاھد، حدیث نمبر: ۱۳۴۳۔

(۴) السنن الکبریٰ للبیہقی، باب البینة علی المدعی الخ، حدیث نمبر: ۲۰۹۹۰۔

راوی کا عمل، روایت کے خلاف

اگر خود روایت کرنے والے صحابی کا عمل روایت کے خلاف ہو، تو یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ حدیث کا ظاہری اور متبادر معنی مراد نہیں ہے، جیسے حضرت عائشہؓ سے مروی ہے :

لا نکاح إلا بولی ۔ (۱)

لیکن دوسری طرف خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بھتیجی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کی صاحبزادی کا نکاح ان کے والد سے اجازت لئے بغیر کر دیا تھا؛ اسی لئے احناف کے یہاں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نکاح کما حقہ، ثمر آور نہیں ہوتا ہے، جب تک کہ اس میں ''ولی'' کی شمولیت نہ ہو، یعنی ''لا'' نفی کمال کے لئے ہے نہ کہ نفی صحت کے لئے ۔

صحابہ کا رد کر دینا

صحابہ نے دین کو براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھا اور سمجھا ہے اور کتاب وسنت کی شکل میں دین کے جو سرچشمے ہمارے سامنے ہیں وہ ان ہی کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں، اس لئے حدیث کو قبول کرنے اور نہ کرنے کے سلسلہ میں اور اس کی توضیح وتشریح کے بارے میں صحابہ کے نقطۂ نظر کو خصوصی اہمیت حاصل ہے ؛ لہٰذا اگر کسی روایت کے متن کو اس کے ظاہری مفہوم کے ساتھ صحابہ نے قبول نہیں کیا ہو تو یہ اس کے نامقبول ہونے کی دلیل ہے، جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد منقول ہے :

خذوا عنی ، خذوا عنی ، قد جعل اللہ لھن سبیلا :
البکر بالبکر جلد مائة ونفی سنة والثیب بالثیب
جلد مائة والرجم ۔ (۲)

مگر ایک خاص واقعہ کے پس منظر میں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں آئندہ کسی کو شہر بدر

(۱) ابوداؤد، کتاب النکاح، باب فی الولی، حدیث نمبر: ۲۰۸۷ ۔
(۲) مسلم، کتاب الحدود، باب حد الزنی، حدیث نمبر: ۱۶۹۰ ۔

کروں گا اور دوسرے صحابہ نے ان کے اس فیصلہ پر نکیر بھی نہیں فرمائی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مذکورہ حدیث اپنے ظاہری معنی کے ساتھ مقبول نہیں ہے؛ اسی لئے حنفیہ نے اس کو سیاست شرعیہ پر محمول کیا ہے۔

قواعدِ شریعت کے خلاف

کتاب وسنت سے جو احکام ثابت ہوتے ہیں، ان میں بعض اُصول وقواعد کا درجہ رکھتے ہیں، اب اگر کوئی روایت اس کے خلاف ہو تو یہ بھی اس کے نامقبول یا مؤول ہونے کی دلیل ہوتی ہے، خاص کر ایسی صورت میں کہ اس کے خلاف بھی کوئی روایت موجود ہو، جیسے :

- شریعت کا عمومی قاعدہ یہ ہے کہ جب جسم سے کوئی ناپاک چیز خارج ہوتی ہے، تو اس سے وضوء یا غسل واجب ہوتا ہے، نیز کسی پاک چیز کے چھونے سے انسان ناپاک نہیں ہوتا —— بعض احادیث میں عورت کے چھونے یا شرمگاہ کے چھونے پر وضوء کا حکم دیا گیا ہے، یہ حدیث ان دونوں قواعد کے خلاف ہے اور بعض روایتیں بھی اس کے خلاف ہیں، اس لئے ان احادیث کا متن اپنے ظاہری معنی کے ساتھ قبول نہیں کیا جائے گا۔
- شریعت کا ایک عمومی قاعدہ یہ ہے کہ نقصان جس پر ہوگا، نفع کا حقدار بھی وہی ہوگا :

الخراج بالضمان۔(۱)

الغرم بالغنم۔(۲)

اسی طرح ایک اور قاعدہ یہ ہے کہ کسی نقصان کی تلافی اسی کے بہ قدر ہرجانہ سے کی جاتی ہے: ''جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا''۔(الشوریٰ:۴۰)

لیکن حدیث میں ایک مسئلہ ''بیع مصراۃ'' کا آتا ہے، اگر کسی جانور فروخت کرنے والے نے یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ جانور کو زیادہ دودھ آتا ہے، چند دنوں اس کا دودھ نہیں نکالا اور خریدار اس سے دھوکہ کھا گیا تو خریدار کو حق ہے کہ جانور کو واپس کردے، نیز اس درمیان جانور کا جو دودھ اس نے استعمال کیا ہے، اس کے بدلہ ایک صاع کھجور دیدے۔(۳)

(۱) ابوداؤد، کتاب الاجارہ، حدیث نمبر:۳۵۱۰۔ (۲) قواعد الفقہ:۱؍۹۴۔

(۳) ابوداؤد، کتاب الاجارہ، حدیث نمبر:۳۴۴۵۔

یہ حدیث ان دونوں قواعد کے خلاف ہے، پہلے قاعدہ کے خلاف اس لئے کہ اگر اس درمیان جانور مر جاتا ہے تو خریدار کا نقصان ہوتا؛ اس لئے اس درمیان اس سے جو نفع حاصل ہورہا ہے، وہ بھی اسی کا ہونا چاہئے اور اس کا عوض واجب نہ ہونا چاہئے — دوسرے قاعدہ کے خلاف اس لئے ہے کہ خریدار نے جو دودھ لیا ہے، وہ ایک صاع کھجور کی قیمت سے زیادہ کا بھی ہوسکتا ہے اور کم کا بھی، تو عوض نفع اُٹھانے کے برابر نہیں ہوا۔

اسی لئے حنفیہ نے اس حدیث کو استحباب اور دیانت پر محمول کیا ہے اور اس کے ظاہری معنی کو بہ طور حکم قضا کے قبول نہیں کیا ہے۔

تمرینی سوالات

(۱) حدیث کے بہ اعتبار متن نامقبول ہونے کی کیا صورتیں ہیں؟

(۲) حدیث کے بہ ظاہر قرآن مجید کے حکم سے تعارض کی ایک مثال دیں۔

(۳) قضیٰ بشاہد ویمین (الحدیث) کے ظاہری مفہوم پر کیوں عمل نہیں کیا جاسکتا؟

(۴) قواعد شریعت کے خلاف ہونے کی وجہ سے حدیث کے ظاہری مفہوم کو ترک کردینے کی کم سے کم دو مثالیں دیں۔

حدیث کے اخذ و روایت کا طریقہ

حدیث کے نقل و روایت میں محدثین نے یہ احتیاط برتی ہے کہ نہ صرف حدیثیں بے کم و کاست اپنے تلامذہ کو پہنچائی ہیں؛ بلکہ انھوں نے جس طرح اپنے شیخ سے حدیث لی ہے، اپنے تلمیذ سے بھی اس کی وضاحت کردی ہے — اپنے شیخ سے حدیث حاصل کرنے کو ''تحمل'' اور تلمیذ تک حدیث پہنچانے کو ''اداء'' کہا جاتا ہے، پس تحمل و اداء حدیث کی آٹھ صورتیں ہیں :

(۱) تحدیث

تحدیث یہ ہے کہ استاذ پڑھے اور طالب علم سنے، اس کو ''حدثنا'' یا ''حدثنی'' سے تعبیر کیا

جاتا ہے، اگر سننے والا تنہا یہی راوی ہوتو ''حدثنی'' اور کئی لوگ رہے ہوں تو ''حدثنا'' کہا جائے گا، یہ تحمل حدیث کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔

(۲) اِخبار

تلمیذ نے استاذ کو حدیث پڑھ کر سنائی ہوتو یہ ''اخبار'' ہے، اگر اسی راوی نے خود پڑھی ہوتو ''اخبرنی'' کہے گا اور اگر دوسرے تلمیذ نے پڑھی اور یہ بھی شریک درس رہا تو ''اخبرنا'' کہا جائے گا، بعض دفعہ اس کی بجائے ''اَنبانا'' اور ''انبانی'' کی تعبیر بھی اختیار کی جاتی ہے، اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ ''اخبار'' اور ''انباء'' میں کوئی فرق نہیں ہے، تحمل حدیث میں تحدیث کے بعد اسی کا درجہ ہے۔

(۳) اجازت

کسی شخص کو شیخ متعین حدیث یا کتاب حدیث کی روایت کرنے کی زبانی یا تحریری اجازت دیدے — اس صورت میں اجازت یافتہ تلمیذ روایت نقل کرسکتا ہے، اس پر اتفاق ہے؛ البتہ اس طرح روایت کرے ''حدثنی فلان اجازۃ''۔

تنبیہ : اجازت کی اس کے علاوہ کچھ اور بھی صورتیں ہیں، جن کے بارے میں اختلاف ہے۔

(۴) مناولہ

شیخ تلمیذ کو اپنی مرویات سپرد کردے، یہ ''مناولہ'' ہے، اگر اس کے روایت کرنے کی اجازت بھی دے دے تو اس کو ''مناولۃ مقرونۃ بالاجازۃ'' کہتے ہیں، اگر صرف حوالہ کردے تو ''مناولۃ مجردۃ عن الاجازۃ'' کہتے ہیں، اس صورت میں یوں روایت کرے: ''حدثنی فلان مناولۃ'' پہلی صورت میں اتفاق ہے کہ تلمیذ اسے روایت کرسکتا ہے؛ البتہ دوسری صورت میں اختلاف ہے۔

(۵) مکاتبت

شیخ اپنی مرویات کو موجود یا غائب طالب علم کے لئے خود لکھ دے یا لکھا دے، ایسی صورت میں ان مرویات کو اس طرح روایت کرنا چاہئے: ''حدثنی فلان مکاتبة'' — یہ صورت ''مناولہ'' کے درجہ میں ہے۔

(٦) اعلام

شیخ تلمیذ کو صرف اطلاع دے کہ یہ کتاب یا حدیث اس کی مسموعات میں سے ہے، اس کو 'اعلام' کہتے ہیں — اس سلسلہ میں اختلاف ہے کہ کیا اس صورت میں تلمیذ روایت کو نقل کرسکتا ہے؟ راجح یہ ہے کہ روایت نہیں کرسکتا؛ کیوں کہ استاذ کا اجازت نہ دینا ہوسکتا ہے کہ مرویات میں کسی نقص کی بنا پر ہو۔

(۷) وصیت

یعنی شیخ اپنی وفات یا سفر کے وقت کسی شخص کے حق میں اپنے کسی مجموعہ حدیث کی وصیت کر جائے، بعض اہل علم نے اس صورت میں روایت کرنے کی اجازت دی ہے، ایسی مرویات کو روایت کرتے ہوئے کہنا چاہئے :

حدثنی فلان وصیة یا أوصی إليّ فلان ۔

(۸) وجادة

راوی کو کتاب ہاتھ آئے اور وہ خط سے واقف ہو، اس بنا پر اس مجموعہ سے روایت کرے، ایسی روایات اس طرح نقل کی جاتی ہیں :

وجدت بخط فلان کذا ، قرأت بخط فلان کذا ۔

اس کی سند منقطع سمجھی جائے گی۔

تمرینی سوالات

(۱) تحدیث واخبار میں کیا فرق ہے؟

(۲) اخبرنا اور اخبرنی میں کیا فرق ہے؟
(۳) مناولہ کی دونوں صورتوں کی تعریف کرو اور روایت کا طریقہ بتاؤ؟
(۴) مکاتبہ کسے کہتے ہیں اور اس کو روایت کرنے کی کیا صورت ہے؟
(۵) وصیت اور وجادہ میں کیا فرق ہے اور دونوں کی روایت کا طریقہ کیا ہے؟
(۶) اِعلام کی تعریف کرو؟

اقسام کتب

احادیث اور مضامین کی ترتیب وجامعیت نیز صحت حدیث کے اعتبار سے کتب حدیث کی تقسیم کی گئی ہے، جن میں سے چند یہ ہیں :

(۱) **صحیح** : وہ کتب حدیث ہیں جن میں مؤلف نے صحیح احادیث کے نقل کرنے کا اہتمام کیا ہو، جیسے: مؤطا امام مالک، صحیح بخاری، صحیح مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان —— گو ان میں بعض کتب میں ضعیف روایتیں بھی موجود ہیں؛ لیکن ان کے مؤلفین نے اپنی دانست میں صحیح وحسن روایات کے نقل کرنے کا اہتمام کیا ہے اور اگر کہیں کسی مصلحت سے قصداً ضعیف روایت نقل کی ہیں تو ان کا ضعف بھی ظاہر کر دیا ہے۔

(۲) **جامع** : وہ کتابیں ہیں، جن میں آٹھ قسم کے مضمون کی حدیثیں موجود ہوں :

(۱) عقائد۔ (۲) احکام۔
(۳) رقاق۔ (۴) آداب۔
(۵) تفسیر۔ (۶) سیر۔
(۷) مناقب۔ (۸) فتن۔

اس سلسلہ میں یہ شعر یاد رکھنا چاہئے :

سِیَر ، تفسیر ، احکام و عقائد
فِتَن ، اَشراط ، آداب و مناقب

(۳) سُنَن : وہ کتب حدیث جن میں فقہی ترتیب سے روایات جمع کی گئی ہوں، جیسے: ترمذی، ابوداؤد، وغیرہ۔

(۴) مُصَنَّف : ایسی کتابیں جو فقہی ترتیب پر مرتب کی جاتی ہیں، مگر ان میں احادیث مرفوعہ کے ساتھ ساتھ صحابہ وتابعین کے فتاویٰ بھی مذکور ہوتے ہیں، اس نوع کی کتب میں عبدالرزاق صنعانیؒ اور ابن ابی شیبہؒ کی مصنفات زیادہ معروف ہیں۔

(۵) مسند : وہ کتابیں ہیں، جن میں ہر صحابی کی مرویات کو الگ الگ جمع کیا گیا ہو، اب صحابہ میں کبھی حرف تہجی کے لحاظ سے ترتیب قائم کی جاتی ہے اور کبھی صحابہ کے درجہ ومقام کے لحاظ سے —— یوں تو مسانید بہت سی ہیں؛ لیکن ''مسند امام احمد بن حنبل'' سب سے وسیع تر مسند شمار کی جاتی ہے، جو ۲۷۶۴۷/ احادیث پر مشتمل ہے۔

(۶) مُعْجَم : جس میں ایک شیخ کی مرویات ایک جگہ جمع کردی گئی ہوں؛ البتہ راوی اپنے شیوخ کے درمیان کبھی حروف تہجی کے اعتبار سے اور کبھی ان کے شہر یا قبیلہ کے اعتبار سے ترتیب قائم کرتا ہے —— معاجم میں طبرانی کی المعجم الکبیر، المعجم الاوسط اور المعجم الصغیر بہت معروف ہیں۔

(۷) مُسْتَدْرَک : کسی محدث نے ایک خاص معیار کی روایت اپنی کتاب میں نقل کرنے کا اہتمام کیا ہو اور ان میں بعض روایات نقل نہ ہوئی ہوں، ایسی روایات کے مجموعہ کو ''مستدرک'' کہتے ہیں، اس سلسلہ میں بخاری ومسلم کی صحیح پر امام حاکم کی ''مستدرک'' معروف ہے۔

(۸) مُسْتَخْرَج : ایک شخص کسی خاص کتاب کی روایت کو اپنی سند سے جمع کردے، اس کو مستخرج کہتے ہیں، جیسے بخاری پر علامہ ابوبکر اسماعیلی اور مسلم پر ابوعوانہ کی مستخرج ہے۔

(۹) جُزء : یعنی کسی خاص شخص کی مرویات کا مجموعہ، جیسے: جزء ابی بکر، یا کسی خاص مسئلہ سے متعلق روایات کا مجموعہ، جیسے: علامہ ابونصر مروزی کی قیام اللیل، امام بخاری کی جزء رفع الیدین۔

(۱۰) اربعین : حدیث میں منقول فضیلت کی بنا پر سلف میں چالیس احادیث جمع کرنے کا خاص معمول رہا ہے، ایسے مجموعہ کو ''اربعین'' کہا جاتا ہے اور یہ کبھی ایک باب کی

روایات پر مشتمل ہوتی ہے اور کبھی ایک شیخ کی مرویات پر، کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے امام عبداللہ بن مبارک نے ''اربعین'' مرتب فرمائی تھی، بعد کو بہت سے اہل علم نے اربعین مرتب کی ہے، جن میں امام ابوزکریا نووی کی ''اربعین'' معروف ہے۔

تمرینی سوالات

(۱) صحاح میں کون کون کتابیں داخل ہیں؟
(۲) جامع کس قسم کے مجموعہ حدیث کو کہتے ہیں؟
(۳) سنن اور مصنف میں کیا فرق ہے اور مشہور مصنفات کے نام کیا ہیں؟
(۴) مسند اور جامع میں کیا فرق ہے؟ نیز مشہور مسند اور معجم کے نام بتایئے؟
(۵) مستدرک کسے کہتے ہیں اور بخاری پر کس کی مستدرک ہے؟
(۶) مستخرج کسے کہتے ہیں اور بخاری پر کن کی مستخرج ہیں؟
(۷) جزء کیسے مجموعہ کو کہتے ہیں؟
(۸) اربعین سب سے پہلے کس نے لکھی؟

کچھ اور اصطلاحات

حدیث اور سند سے متعلق کچھ اور اصطلاحات بھی ہیں، جن سے واقف ہونا ضروری ہے، ذیل میں ان ہی اصطلاحات کا ذکر کیا جاتا ہے :

المُتفَق والمُفترِق : ایسے دو راوی جن کی شخصیتیں الگ ہوں اور نام ایک ہو، جیسے: حماد، کہ حماد بن زید بھی ہیں اور حماد بن مسلم بھی، یا خلیل بن احمد مزنی فقیہ بھی ہیں اور مشہور نحوی بھی۔

اس موضوع پر خطیب بغدادی کی کتاب 'المتفق والمفترق' پائی جاتی ہے، جو اب تک طبع نہیں ہوئی ہے۔

المؤتلف والمختلف : ایسے دو راوی جن کے نام، لقب یا نسب، خط کے اعتبار سے یکساں ہوں اور نطق کے اعتبار سے دونوں میں فرق ہو، جیسے: سلام اور سلاّم یا مِسور اور مُسوَّر یا بزّاز اور بزّار ــــ اس موضوع پر عبدالغنی بن سعید کی کتاب ''المؤتلف والمختلف'' اور ابن ماکولا کی ''الاکمال'' اہم کتابیں ہیں۔

متشابہ : ایسے دو راوی کہ ان کے نام ایک ہوں؛ لیکن ان کے والد کے نام میں خط یا تلفظ کے اعتبار سے فرق ہو، جیسے: محمد بن عقیل اور محمد بن عُقیل، شُرَیح بن نعمان اور سریج بن نعمان۔

اس موضوع پر بھی خطیب بغدادی کی تالیف ''تلخیص المتشابہ فی الرسم'' کے نام سے ہے۔

محرَّف : لفظ میں ایسا تغیر کہ خط میں تبدیلی واقع نہ ہو، محرف کہلاتا ہے، جیسے: سَلم اور سُلم۔

مصحَّف : لفظ میں ایسا تغیر کہ خط نہ بدلے؛ لیکن نقطے بدل جائیں جیسے: جمیل اور حمیل۔

مقلوب : راوی نے ایک حدیث کے متن کے ساتھ دوسری حدیث کے متن کو جوڑ دیا ہو۔

مہمل : راوی کا ذکر ایسے نام سے کیا گیا ہو کہ اس کے نام اور اس کے والد کے نام کے دو راوی ہوں اور متعین نہ ہو کہ کونسا راوی مراد ہے؟

مبہم اور مہمل میں یہ فرق ہے کہ مبہم میں راوی کا نام ہی ذکر نہیں کیا جاتا اور مہمل میں راوی کا نام مذکور ہوتا ہے، مگر اس کی شخصیت واضح نہیں ہوتی، اگر وہ دونوں ہی ہم نام راوی ثقہ ہوں تو کوئی حرج نہیں اور حدیث مقبول ہوگی، جیسے: امام بخاری نے احمد کے واسطہ سے ابن وہب سے روایت کی ہے، یہ احمد بن صالح بھی ہو سکتے ہیں اور احمد بن عیسیٰ بھی، اور دونوں ہی ثقہ ہیں۔

اگر ایک ثقہ اور دوسرا ضعیف ہو تو جب تک راوی کی شخصیت کی تحقیق نہ ہو جائے حدیث قبول نہیں کی جائے گی، جیسے: سلیمان بن داؤد، کہ اس نام کے دو راوی ہیں، ایک کی نسبت ''خولانی'' ہے اور دوسرے کی نسبت ''یمانی'' ــــ پہلے راوی ثقہ ہیں اور دوسرے ضعیف۔

مِثْلُہٗ : ایک حدیث کے الفاظ دوسری حدیث کے مطابق ہوں تو ''مثلہ'' کہا جاتا ہے۔

نَحْوُہٗ : ایک حدیث دوسری حدیث کے ہم معنی ہو، گو الفاظ مختلف ہوں، تو ''نحوہ'' کہا جاتا ہے۔

مُدَبَّج : دو ہم زمانہ راوی کی ایک دوسرے سے روایت ''مدبج'' کہلاتی ہے، جیسے حضرت عائشہ کی حضرت ابو ہریرہؓ سے اور حضرت ابو ہریرہؓ کی حضرت عائشہؓ سے، زہری کی عمر بن عبدالعزیز سے اور عمر بن عبدالعزیز کی زہری سے، مالک کی لیث سے اور لیث کی مالک سے۔

وذکرالحدیث : یہ محدثین کی ایک خاص تعبیر ہے کہ جب راوی اپنے شیخ سے روایت کا کچھ حصہ نقل کرتا ہے اور کچھ حصہ چھوڑ دیتا ہے تو چھوڑے ہوئے حصہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ''وذکرالحدیث'' کہا کرتا ہے۔

تمرینی سوالات

(۱) المتفق والمفترق سے کیا مراد ہے؟ مثال سے واضح کرو۔
(۲) المؤتلف والمختلف کی تعریف کرو اور مثال بتاؤ۔
(۳) محرف اور مصحف کا فرق واضح کرو۔
(۴) مہمل اور مبہم کا فرق مثال سے واضح کرو۔
(۵) مثلہ اور نحوہ کی تعبیرات کس موقع پر استعمال کی جاتی ہیں؟
(۶) مقلوب کسے کہتے ہیں؟
(۷) ''وذکرالحدیث'' کب کہا جاتا ہے؟

کچھ ضروری وفیات

- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ : ۱۵۰ھ
- امام مالک بن انسؒ : ۱۷۹ھ
- امام محمد بن ادریس الشافعیؒ : ۲۰۴ھ
- امام احمد بن محمد بن حنبلؒ : ۲۴۱ھ
- امام عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعیؒ : ۱۵۷ھ

● امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ	:	۲۵۶ھ
● امام مسلم بن حجاجؒ	:	۲۶۱ھ
● امام ابوداوٗد سلیمان بن اشعثؒ	:	۲۷۵ھ
● امام محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ	:	۲۷۹ھ
● امام ابوعبدالرحمٰن النسائیؒ	:	۳۰۳ھ
● امام ابن ماجہ محمد بن یزید قزوینیؒ	:	۲۷۳ھ
● امام عبدالرزاق صنعانیؒ	:	۲۱۱ھ
● امام ابن ابی شیبہؒ	:	۲۳۵ھ
● امام ابوبکر بزارؒ	:	۲۹۲ھ
● امام محمد ابن اسحاق بن خزیمہؒ	:	۳۱۱ھ
● امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاویؒ	:	۳۲۱ھ
● امام عبدالرحمٰن بن فضل دارمیؒ	:	۲۵۵ھ
● امام ابوالحسن علی دارقطنیؒ	:	۳۸۵ھ
● امام ابوعبداللہ حاکم نیساپوریؒ	:	۴۰۵ھ
● امام ابوالقاسم سلیمان طبرانیؒ	:	۳۶۰ھ
● امام ابوحاتم محمد بن حبان بستیؒ	:	۳۵۴ھ
● امام احمد حسین بیہقیؒ	:	۴۵۸ھ
● امام ابوداوٗد سلیمان بن داوٗد طیالسیؒ	:	۲۰۴ھ

○ ○ ○